ایاز محمود ایاز کی غزل گوئی: فکری و فنی مطالعہ

(بحوالہ "تم شہرِ زندگی ہو")

(مقالہ برائے بی-ایس اردو)

مقالہ نگار	نگران مقالہ
اقراء عارف	پروفیسر طارق جاوید

شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج بالاکوٹ

ملحقہ ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

۲۰۲۳ء

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی: فکری وفنی مطالعہ

(بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو")

(مقالہ برائے بی۔ایس اُردو)

مقالہ نگار

اقراء عارف

نگرانِ مقالہ

پروفیسر طارق جاوید

شعبۂ اُردو

گورنمنٹ کالج بالاکوٹ

ملحقہ ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

۲۰۲۳ء

بسم الله الرحمن الرحیم
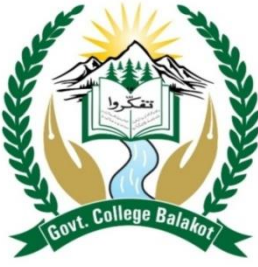
پروفیسر طارق جاوید

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج بالاکوٹ

تاریخ:____________ حوالہ:____________

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ

اقراء عارف طالبِ علم بی۔ایس اُردو نے تحقیقی مقالہ بعنوان ایاز محمود ایاز کی غزل گوئی کا فکری و فنی مطالعہ بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔میں اس مقالے کے تحقیقی معیار سے مطمئن ہوں اور حصولِ سند کی خاطر اسے اگلے مراحل میں پیش کرنے کی سفارش کرتا ہوں۔

نگرانِ تحقیق

پروفیسر طارق جاوید

شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج بالاکوٹ

فہرست

پیش لفظ

اُردو ادب میں صنفِ غزل کو ایک نمایاں مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ ہر عہد میں غزل گو شعراء نے صنفِ غزل کا معیار و اعتبار قائم رکھا اور اس کے حسن کو چار چاند لگائے۔ عہدِ حاضر میں جو شعراء اُردو غزل گوئی کی روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اِن میں ایک اہم نام ایاز محمود ایازؔ کا بھی ہے۔

گورنمنٹ کالج بالاکوٹ، شعبۂ اُردو نے راقمہ کو ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی کا فکری و فنی مطالعہ بحوالہ " تم شرطِ زندگی ہو" کے موضوع پر تحقیق کرنے کا موقع دیا۔ جس کیلئے میں صدر شعبہ اُردو محترم پروفیسر ممتاز حسین صاحب اور پورے شعبہ اُردو کی مشکور و ممنون ہوں۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں ایاز محمود ایازؔ کی حالات زندگی اور ان کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" کے اہم فکری و فنی پہلوؤں کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ دستاویزی تحقیق کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایاز محمود ایازؔ کے حالات زندگی قلمبند کیے گئے ہیں اور فکری و فنی موضوعات کی مناسبت سے ان کے مجموعہ کلام "تم شرطِ زندگی ہو" سے بطور نمونہ اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ مقالے میں سادہ عام فہم زبان کا استعمال کرتے ہوئے طوالت سے پرہیز کی گئی ہے۔

زیرِ نظر مقالہ چار ابواب میں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اوّل میں ایاز محمود ایازؔ کے حالاتِ زندگی قلمبند کیے گئے ہیں۔ باب دوم میں ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی کا فکری مطالعہ بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" پیش کیا گیا ہے۔ باب سوم میں ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" کے فنی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ باب چہارم میں مذکورہ تمام ابواب کا نچوڑ بعنوان محاکمہ /حاصل تحقیق پیش کیا گیا ہے۔

یہ مقالہ شعبہ اُردو محترم پروفیسر طارق جاوید صاحب کی زیرِ نگرانی مکمل کیا گیا ہے۔ جنھوں نے قدم قدم پر رہنمائی فرمائی اور مختلف مراحل میں اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہے۔ انھوں نے مقالے کی

کانٹ چھانٹ اور اصلاح کا فریضہ بھی سر انجام دیا جس کے لیے میں ان کی بے حد شکر گزار ہوں اور ہمیشہ مقروض رہوں گی۔ شعبہ اُردو کے دیگر پروفیسر صاحبان صدر شعبۂ اردو محترم پروفیسر ممتاز حسین صاحب، محترم پروفیسر ڈاکٹر سدھیر احمد صاحب، محترم پروفیسر آصف شاہ صاحب اور لیکچرار عاقب حسین شاہ صاحب، لیکچرار شہباز سرور صاحب کی بھی انتہائی مشکور ہوں جنھوں نے مقالے کی تکمیل تک میرے ساتھ تعاون کیا۔ ایاز محمود ایازؔ صاحب کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے مقالے کی تکمیل میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کے علاوہ میں اپنی دوستوں امبرین گل، فضا زیب، لاریب کی بھی شکر گزار ہوں جو انتہائی خلوص اور محبت کے ساتھ اس مقالے کے تحریری ادوار میں میری معاون و مددگار رہیں۔ اس کے علاوہ عبادالرحمٰن کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے میری رہنمائی فرمائی۔ آخر میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں اور اساتذہ کرام کی تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں جن کی محبتوں، دعاؤں، توجہ اور تعاون کی بدولت یہ مقالہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

مقالہ نگار

اقراءعارف

بی۔ایس اُردو

گورنمنٹ کالج بالاکوٹ

باب اوّل

ایاز محمود ایازؔ: حالاتِ زندگی

تعارف

اصل نام ایاز محمود اور تخلص ایازؔ ہے۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۰ء کو بادشاہ پور (ضلع منڈی بہاوالدین) پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بادشاہ پور کے گورنمنٹ پرائمری اسکول سے حاصل کی۔ ۱۹۹۴ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول ملکوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۸ء میں اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور سے ایف اے اور ۲۰۰۱ء میں بی اے کرنے کے بعد ۲۰۰۴ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اردو کی سند حاصل کی۔ ان دنوں وہ پیرس (فرانس) میں مقیم ہیں اور "بزمِ اہلِ سخن""پیرس" کے جنرل سیکرٹری ہیں۔

دیارِ غیر میں رہتے ہوئے بھی ایاز محمود ایازؔ اپنی روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور اُردو شعر و ادب کے فروغ کے لیے اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ دیگر کئی ادبی حلقوں سے وابستہ ہیں۔ جن میں پیرس ادبی فورم کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ اس فورم سے اردو شعر وادب کے فروغ کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اس کے علاوہ "حلقہ ادب و ثقافت" سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ "خزاں کی آخری شب" محض سولہ سال کی عمر میں منظر عام پر آیا۔ ایاز محمود ایازؔ کے اب تک سات شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں "خزاں کی آخری شب"، "ترک مراسم"، "تنہائی سے ڈر لگتا ہے"، "سنو ایسا نہیں کرتے"، "آرزوئے جاں"، "تم شرطِ زندگی ہو" اور مجھے تم ہار بیٹھو گے" شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک شعری مجموعہ "میری تشنگی کا خیال کر" کے نام سے زیر طبع ہے۔

عہدِ حاضر کے شعراء میں ایاز محمود ایازؔ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان کی شاعری عصری تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور وہ ان جذبات کی ترجمان ہے جو عوام و خواص کی توجہ اپنے جانب کھینچ لیتے ہیں۔ ایاز محمود کی شاعری میں ایک رومان انگیز فضا قائم ہے۔ ایازؔ دیارِ غیر میں رہتے ہوئے اپنی سر زمین کو یاد کرتے ہیں اور اپنی تمام تر روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اپنے پیاروں سے دوری، اجنبی راستے اور ماضی کی

یادیں ان کو شاعری میں ایک لطیف درد کا احساس پیدا کرتی ہیں۔ڈاکٹر نثار ترابی ایاز محمود ایازؔ کے مجموعہ کلام "تم شرطِ زندگی ہو" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تم شرطِ زندگی ہو" میں شامل غزلوں اور نظموں کا مجموعہ مزاج اور طرز احساس رومان انگیز فضا اور ماحول سے جڑا ہوا ہے۔شاعر نے اجنبی موسموں اور ماحول میں سانس لینے کے باوجود اپنی مٹی، اپنی اقدار اور اپنے پیاروں کو یاد کی لوح پر زندہ رکھا ہے۔ان شعری تناظر میں شخصی اور ارضی محبتوں کے عکس باآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔اسلوب، بیان سادہ اور عام فہم ہے۔بیانیہ انداز سے بات کرتے ہوئے براہ راست اظہار کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔دل کی باتیں دل سے نکلی ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ دوسروں کے دلوں میں یوں اتارا جائے کہ لگے گویا یہ بھی میرے دل میں تھا۔"(۱)

ایاز محمود ایازؔ نے مغرب میں رہتے ہوئے مشرقی تہذیب و روایات کو اپنی شاعری میں سمویا ہے جو ان کا بڑا کمال ہے۔اسی کے ساتھ سمندر پار رہتے ہوئے انھوں نے اپنوں اور اپنی مٹی سے دوری کا المیہ بھی بیان کیا ہے۔جو احساس اور جذبات سے بھرا ہوا ہے۔ڈاکٹر اقصیٰ صابر یرہ زیرِ تحقیق شعری مجموعہ "تم شرطِ زندگی ہو" میں ایاز محمود ایازؔ کے بارے میں لکھتی ہیں:

"شاعری شاعر کے سوختہ جگر کی سوغات ہوتی ہے اور ایاز کی شاعری پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ یہ محض الفاظ نہیں ہیں۔ان کی شاعری میں ان کی ذات کا عکس بھی نظر آتا ہے اور ان کے اطراف میں پھیلی ہوئی زندگی کا اظہار بھی ہے۔" (۲)

ایاز محمود ایازؔ زندگی فقط گزارتے نہیں بلکہ زندگی کو محسوس بھی کرتے ہیں۔ان کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے شخصیت کے بھی کئی پہلو ہیں۔ان کی طبیعت میں خلوص اور محبت ہے۔ایاز محمود ایازؔ انتہائی کم وقت میں ملکی و عالمی سطح پر اپنی معتبر شناخت بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

آباؤاجداد

ایاز محمود ایآز کا تعلق رانجھا برادری سے ہے جس کا سلسلہ حضرت ایوب انصاری کی اولاد سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد صاحب غلام علی بہت بڑے عاشق رسولؐ تھےاور آپ کے تایا جان غلام نبی اختر فوج سے نائب صوبیدار ریٹائرڈ تھے، مفتی، پرہیزگار اور پانچ وقت کے نمازی تھے اور قریشی ٹیکنیکل کالج کے پرنسپل تھے۔ آپ کے دادا مولا داد پٹواری تھے جنہیں گاؤں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بڑے دادا (دادا کے بڑے بھائی) سراج الدین سراج قادری پنجاب کے بڑے شاعر تھے۔ انھوں نے سوہنی مہیوال جیسی کتابیں لکھیں اور پنجابی زبان کے تیرہ شعری مجموعے تخلیق کیے۔پنجابی کے ساتھ فارسی میں بھی کئی کتابیں لکھیں۔

پیدائش

ایاز محمود ایآز ۱۰ دسمبر بروز بدھ ۱۹۸۰ء کو گجرات (موجودہ ضلع منڈی بہاؤالدین) کی تحصیل پھالیہ (موجودہ تحصیل ملکوال) کے ایک گاؤں بادشاہ پور کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ایاز محمود ایآز اپنی پیدائش کے متعلق اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

> "میری پیدائش ۱۰ دسمبر بروز بدھ ۱۹۸۰ء کو صوبہ پنجاب کے ضلع گجرات کی تحصیل پھالیہ کے گاؤں بادشاہ پور میں ہوئی (اس وقت ضلع منڈی بہاوالدین نہیں بنا تھا)۔ میرا نام میرے دادا جان نے ایاز محمود رکھا۔"[۳]

والد

آپ کے والد کا نام غلام علی تھا جو انتہائی شریف بااخلاق اور منکسر المزاج انسان تھے۔ انتہائی پرہیز گار پانچ وقت کے نمازی، سچے عاشق رسول اور گاؤں کی ایک معتبر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ پڑھے لکھے نہیں تھے اس لیے زیادہ تر وقت اپنی زمینوں میں صرف کیا۔ ساری زندگی محنت اور لگن کے ساتھ اپنے کام کے ساتھ وفا کی۔ ۲۱ جولائی ۲۰۱۲ء کو وہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔

والدہ ماجدہ

ایاز محمود ایازؔ کی والدہ کا نام سکینہ تھا۔ جو شفیق، پرہیز گار اور باپردہ خاتون تھیں۔ زیادہ تر وقت قرآن شریف کی تلاوت فرماتیں اور اپنا زیادہ وقت ذکرِ الٰہی میں بسر کرتیں۔ وہ نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ ہمیشہ پُر مزاج گفتگو کرتی ان کے سلیقے اور خودداری کی مثالیں آج بھی دی جاتی ہیں۔ ۲۰ جنوری ۲۰۱۹ء کو وہ اس جہان فانی سے رخصت ہوئیں۔

بہن بھائی

آپ کی تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی بشیر احمد بینک منیجر ہیں جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی شبیر احمد ایک بڑی گارمنٹس فورم میں ایکسپورٹ منیجر ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ بہت محبت کرنے والے انسان ہیں۔ اگرچہ ایاز کا زیادہ تر وقت ملک سے باہر دوست احباب اور ادبی سرگرمیوں میں گزرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے خاندان کے افراد کو زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بہن بھائیوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ چونکہ بہن بھائیوں میں ایازؔ سب سے چھوٹے ہیں اس لیے بچپن سے ہی وہ سب کے لاڈلے ہیں۔

تعلیم و تربیت

ایاز محمود نے ابتدائی تعلیم دینی مدرسہ سے حاصل کی اپنے گاؤں کی مسجد کے امام حافظ یاسین صاحب سے قرآنی تعلیم حاصل کی اور قرآن پاک ناظرہ ترجمہ کے ساتھ پڑھا۔ اس کے بعد پرائمری تک تعلیم اپنے گاؤں بادشاہ پور کے گورنمنٹ پرائمری اسکول سے حاصل کی۔ تحصیل ملکوال کے گورنمنٹ ہائی اسکول سے ۱۹۹۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد قریشی ٹیکنیکل کالج منڈی بہاؤالدین سے ریفریجریشن کا ڈپلومہ اور وہیں سے ڈرائیونگ کورس بھی کیا۔ اس کے بعد آپ لاہور چلے گئے اور گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز سے ۱۹۹۸ء میں ایف اے اور ۲۰۰۱ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ ۲۰۰۵ء میں ایاز محمود ایازؔ پاکستان سے فرانس چلے گئے اور وہاں فرینچ لینگوئج کورس کیا۔ اس کے ساتھ اٹلی کے شہر روم سے اٹالین لینگوئج میں ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد اسپین کے شہر بارسلونا سے سپینش لینگوئج میں ڈپلومہ حاصل کیا اس کے علاوہ آپ مختلف زبانوں پر بھی عبور رکھتے ہیں جن میں پنجابی، اردو، انگریزی، فرینچ، اٹالین اور سپینش شامل ہیں۔

تعلیمی ادارے

ایاز محمود ایازؔ نے جن تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- گورنمنٹ پرائمری اسکول بادشاہ پور
- گورنمنٹ ہائی اسکول ملکوال
- اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور
- پنجاب یونیورسٹی لاہور
- قریشی ٹیکنیکل کالج منڈی بہاؤالدین

- Pantheon Sorbonne(Paris)

- Linguaschool Spanish course in Baracrlona (Spain Barcelona)
- University per stranieri fi Perugia (Italy Roma)

اساتذہ کرام

ایاز محمود ایازؔ نے جن شمعوں سے علم کا دیا جلایا انھوں نے ان کی شخصیت کے مشاقگی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ ایاز محمود ایازؔ نے علم کی جن قندیلوں سے اپنا دیا جلایا وہ ہستیاں کسی اعتبار سے محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کے اساتذہ تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ ادب میں ایک دبستان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایازؔ کو جن اساتذہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا انہوں نے آپ کی شخصیت اور آپ کی ادبی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں ظفر حسین صاحب، غلام نبی اختر صاحب، محمد نواز صاحب، محمد اصغر صاحب، عبیداللہ صاحب، شریف عظمی صاحب اور عمر حیات صاحب شامل ہیں۔ یہ وہ شخصیات ہیں جنہوں نے ایاز محمود ایازؔ کی شخصیت کو نکھارنے اور ادب سے ہم آہنگ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

شاعری کا آغاز

ایاز محمود ایازؔ کو پیدائشی شاعر کہا جائے تو بجا ہوگا کیونکہ انہوں نے جس وقت شاعری کا آغاز کیا تو اس وقت انہیں لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ یعنی اتنی چھوٹی عمر میں آپ نے شعر کہنا شروع کیے۔ ایازؔ جب اسکول میں داخل ہوئے تو اس وقت ان کی شاعری مقامی اخبارات اور ہفت روزہ میگزین میں شائع ہونے لگی جو اتنی کم عمری میں ایک بلند پایہ شاعر ہونے کا ثبوت تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور پاکستان کے مختلف بڑے میگزین اور اخبارات میں آپ کی شاعری کی اشاعت ہونے لگی۔ آغاز شاعری کے بارے میں ایاز محمود ایازؔ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

> "میں نے جب لکھنا شروع کیا تھا تب سے میں شاعری کرتا ہوں مطلب جب بہت چھوٹا تھا اور لکھنا نہیں آتا تھا۔ جب اسکول گیا تو تب مقامی اخبارات اور ہفت روزہ میگزین میں جو ملکوال سے شائع ہوتے ہیں میرا کلام شائع ہونا

شروع ہوا جن میں ہفت روزہ " مخاطب " یاد ہے مجھے ۔ پھر پاکستان کے دوسرے بڑے میگزین اور اخبارات میں شامل ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ سولہ سال کی عمر میں میرا پہلا شعری مجموعہ " خزاں کی آخری شب " مارکیٹ میں آگیا۔"(۴)

تخلص

شاعر اپنی ادبی پہچان کے لیے اکثر اوقات اپنے حقیقی نام کی بجائے علیحدہ سے ایک نام رکھتے ہیں۔ یہ نام تخلص کہلاتا ہے۔ تخلص شاعر کے حقیقی نام کا حصہ بھی ہو سکتا ہے اور اس سے ہٹ کر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً فیض احمد فیضؔ نے اپنے نام ہی سے تخلص اخذ کیا۔ ایاز محمود ایازؔ کا اصل اور پیدائشی نام ایاز محمود اور "ایازؔ" آپ کا تخلص ہے۔ ایاز محمود اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

"جس طرح "میر تقی میرؔ"، "امجد اسلام امجدؔ" اور "فیض احمد فیضؔ" نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا اسی طرح میں نے بھی اپنے نام کو ہی بطور تخلص استعمال کیا ایاز محمود نام اور ایازؔ ہی تخلص کیا،"(۵)

صحافتی زندگی

ایاز محمود ایازؔ صحافت کے شعبے سے بھی وابستہ ہیں۔ وہ مختلف اخبارات کیلئے کالم لکھنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے بڑے نیوز چینلز سے وابستہ رہے ہیں۔ تاحال وہ پاکستان کے ایک بڑے ٹی وی چینل "ہم نیوز" کے لیے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایازؔ شاعری کے ساتھ ساتھ کالم نویسی میں بھی ایک نام رکھتے ہیں۔ ۲۰۰۸ء سے انہوں نے باقاعدہ کالم نویسی کا آغاز کیا۔ پہلے "روزنامہ پاکستان' اور اس کے بعد "روزنامہ اوصاف" میں کالم لکھتے رہے۔ ایازؔ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

"کالم نویسی کی ابتدا میں نے ۲۰۰۸ء سے کی۔ سب سے پہلے روزنامہ پاکستان میں لکھنا شروع کیا اس کے بعد روزنامہ اوصاف میں کالم لکھتا رہا۔"(۶)

شاعری کے علاوہ صحافت کی دنیامیں بھی ایاز ایک بڑانام رکھتے ہیں۔ مختلف ٹی وی چینلز سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے بڑے اخبارات میں بحیثیت کالم نگار اپنی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ بطورِ صحافی ان کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ ادبی دنیا کے ساتھ ساتھ صحافت کی دنیا میں بھی ایاز کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

معاش کاذریعہ

تعلیم سے فراغت کے بعد ایاز محمود نے پاکستان میں کوئی ملازمت اختیار نہیں کی۔ ۲۰۰۵ء میں وہ فرانس چلے گئے اور وہاں پیرس میں مقیم ہوگئے۔ وہاں پر انہوں نے بزنس کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ ایاؔز اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

> "پاکستان میں ملازمت نہیں کی ۲۰۰۵ء سے پیرس میں مقیم ہوں وہاں اپنا بزنس ہے۔"[۷]

ازدواجی زندگی

ایاز محمود ایاؔز ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ ان کی شادی رشتہ داروں سے باہر بٹ خاندان میں ہوئی۔

اولاد

ایاز محمود ایاؔز کی اولاد میں ان کی بیٹی عبیر ایاز ہے۔ ایاؔز محمود اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

> "اللہ تعالٰی نے مجھے بیٹی جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ میری اولاد میں میری ایک بیٹی عبیر ایاز ہے۔"[۹]

ادبی زندگی

ایاز محمود ایازؔ کے ادبی سفر کا آغاز بچپن سے ہی ہوا۔ایاز محمود ایازؔ کا تعلق ایک ادبی گھرانے سے تھا۔اور بچپن ہی سے آپ شاعری سے شغف رکھتے تھے۔اس لیے زمانہ طالب علمی سے پہلے انھوں نے شعر کہنا شروع کیے۔اسکول کے دور سے ہی ایاز کا کلام مقامی اخبارات اور میگزین میں شائع ہونے لگا اور پھر پاکستان کے بڑے اخبارات اور میگزین میں شائع ہوتا رہا۔ یہاں تک کے محض سولہ سال کی عمر میں ان کا پہلا شعری مجموعہ " خزاں کی آخری شب " منظر عام پر آیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایاز محمود فرانس چلے گے اور ۲۰۰۵ء سے تاحال فرانس کے شہر پیرس میں مقیم ہیں اس دوران ایاز نے اپنا ادبی سفر بڑی سنجیدگی اور لگن سے جاری رکھا اور اس دوران اپنے نصف درجن سے زائد شعری مجموعے تخلیق کیے جو ادب کی دنیا میں قیمتی سرمایہ ہیں۔ڈاکٹر تیمور حسن تیمورؔ ایاز محمود ایازؔ کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ایاز محمود ایازؔ ایک حساس، ملن سار، جذباتی مگر حقیقت پسند انسان ہیں۔ان کے مشاہدے اور تجربے نے ان کی شخصیت کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اور ان کی شخصیت اور طرزِ احساس کی جھلک ان کے کلام میں جگہ جگہ موجود ہے۔"(۹)

ایاز محمود ایازؔ مختلف ادبی حلقوں سے وابستہ رہے ہیں۔عالمی مشاعروں، مختلف ادبی تقریبات اور پروگرامز میں شرکت کر چکے ہیں۔ شاعری کے علاوہ صحافت کی دنیا میں بھی ایک نام رکھتے ہیں۔ایاز محمود ایازؔ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

> "اب تک میرے سات شعری مجموعے آچکے ہیں اور میرے پسندیدہ شعراء میں، امجد سلام امجد، محسن نقوی، احمد فراز، پروین شاکر، اعتبار ساجد اور جون ایلیا ہیں۔البتہ محسن نقوی سے بہت متاثر ہوا۔"(۱۰)

ادبی حلقوں سے وابستگی

ایازؔ ۲۰۰۵ء سے پیرس میں مقیم ہیں اور وہاں مختلف ادبی حلقوں سے وابستہ ہیں وہاں پر اپنی ادبی تنظیم "بزمِ اہلِ سخن پیرس" کے جنرل سیکرٹری ہیں۔اس فورم سے اردو شعر وادب کے فروغ کے لئے دن رات کوشاں ہیں اور اس فورم کے تحت کئی عالمی مشاعرے، کتب کی تقاریب رونمائی اور پاکستان سے آئے ہوئے شعراء کے اعزاز میں تقریبات منعقد کروا چکے ہیں۔اس کے علاوہ ایازؔ "حلقہ ادب و ثقافت" پیرس ادبی فورم سے بھی وابستہ ہیں۔

حلقہ احباب

ایاز محمود ایازؔ کے حلقہ احباب میں سیاسی، سماجی، ادبی اور صحافتی حلقوں کی نمایاں شخصیات شامل ہیں۔جن میں آصف جاوید عاصی، توقیر احمد بھٹی, وقار ہاشمی, طارق ندیم, محمد حسن اعوان, شازب بھٹی، ابو طلحہ سید، منیر احمد، سید رضا شاہ، صاحبزادہ عتیق الرحمان، سلمان حیدر، علی شاف، عاطف مسعود اور شاہد ملک شامل ہیں۔

ایاز محمود ایازؔ بحیثیتِ شاعر چند ہم عصر شعراء کی نظر میں

"زاہد محمود زاہدؔ" ایاز محمود ایازؔ کے شعری مجموعے "تم شرطِ زندگی ہو" کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "تم شرطِ زندگی ہو کا ہر لفظ دل سے جڑے مضبوط رشتوں اور ملک سے محبت اور عقیدت کی عکاسی اور وفا کی ترجمانی کرتا ہوا خوبصورت، معصوم اور سچا اظہار بھی ہے اور اقرار بھی۔"(۱۱)

زیر تحقیق شعری مجموعہ "تم شرطِ زندگی ہو" میں "اقصیٰ صابر برہؔ" ایاز محمود ایازؔ کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

" ایاز محمود ایازؔ روح کے پاتال سے لفظ چن کر غزل میں پروتے ہیں۔ان کا حرف حرف سادہ مگر گہرا اور دل کو چھو جانے والا ہے۔"(۱۲)

"ڈاکٹر نثار ترابی" ان کے شعری مجموعہ "تم شرطِ زندگی ہو " میں ایاز محمود ایازؔ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایاز محمود ایازؔ نے خود کو قومی درد مندی کے احساس سے معمور رکھا ہے اور عصری صداقتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے، معاشرتی، سماجی اور سیاسی صورت واقعہ کی طرف اپنے بیانیے کی سمت روشن رکھی ہے وہاں وہ حساس، باخبر اور ملی درد و شعور سے آشنا تخلیق کار کے طور پر دکھائی دیا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں شاعر داد و تحسین کا مستحق قرار پاتا ہے۔"(۱۳)

ایازؔ کی شاعری تارِ دل کو چھیڑتی ہے۔ان کے لفظوں کی ترتیب اور تعبیرات کی بندش میں ایسا جادو ہے، جو قاری اور سامع کے حواس کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کا شمار نوجوان نسل کے نمایاں شعراء میں ہوتا ہے۔ان کا تخیل بلند ہے۔ان کی فکری وسعت ،شعری تصورات، مصرعوں کی ساخت، لفظوں کی نشست و برخاست عمدہ ہے۔" خالد علیم "ایاز محمود ایازؔ کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایازؔ کی غزلوں کا تخلیقی آہنگ سادگی و روانی کا آئینہ دار ہے۔وہ بہت آسانی سے شعر کہنے کی قدرت رکھتا ہے اور سہل ممتنع کی مرصع خوبیاں اس کی غزل کے اسلوب کو دلکشی عطا کرتی ہیں۔"(۱۴)

ایازؔ کی شاعری میں سہل ممتنع کی عمدہ مثالیں موجود ہیں وہ بڑی سے بڑی بات کو بھی آسان اور سادہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والا بغیر پڑھے نہیں رہ سکتا۔عاطف توقیر ایاز محمود ایازؔ کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آج کل غزل پر طبع آزما اس قدر زیادہ ہیں کہ کوئی اچھوتی آواز یا تازہ ہوا کا جھونکا کم کم ہی دکھائی دیتا ہے مگر ایازؔ کو پڑھنے والا بہ خوبی دیکھ سکتا ہے کہ ایسے

جذبے جس پر اُردو زبان میں کوئی دہائیوں بلکہ صدیوں سے طبع آزمائی کی جارہی ہے وہ بھی کتنے اچھوتے انداز سے کیے جاسکتے ہیں۔"(۱۵)

"ڈاکٹر تیمور حسن تیمورؔ" ان کے شعری مجموعے "تم شرطِ زندگی ہو" میں ایاز محمود ایازؔ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایاز محمود ایازؔ ایک حساس، ملن سار، جذباتی مگر حقیقت پسند انسان ہیں۔ان کے مشاہدے اور تجربے نے ان کی شخصیت کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اور ان کی شخصیت اور طرز احساس کی جھلک ان کے کلام میں جگہ جگہ موجود ہے۔"(۱۶)

ایازؔ جدید لب و لہجہ کے شاعر ہیں۔ایازؔ کی شاعری جو ان جذبات کی ترجمان ہے ان کی شاعری لطیف احساسات اور محبت کے جذبوں سے عبارت ہے۔ خوبصورت الفاظ کا چناؤ اور مؤثر تشبیہات اور استعارات ان کے کلام کا عمدہ وصف ہے۔ایازؔ کی شاعری محبت کی شاعری ہے یہ محبت ہی ہے جو زندگی کی تصویر لفظوں میں بناتی ہے۔ایاز محمود ایازؔ نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو بڑی ہنر مندی اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

تصانیف

محمود ایازؔ آس کے اب تک سات شعری مجموعے جن میں" خزاں کی آخری شب"، " ترک مراسم"، "تنہائی سے ڈر لگتا ہے"، " سنو ایسا نہیں کرتے"، "آرزوئے جاں (نعتیہ مجموعہ)"، "تم شرطِ زندگی ہو" اور " مجھے تم ہار بیٹھو گے " منظر عام پر آچکے ہیں۔اس کے علاوہ ایک شعری مجموعہ "میری تشنگی کا خیال کر" کے نام سے زیر طبع ہے۔

ایاز محمود ایاؔز ایسے شاعر ہیں جو دنیا کے سربستہ رازوں سے اچھی طرح ہم آہنگ ہیں۔ ان کا عظیم مقصد شاعری کے ذریعے معاشرے میں پیدا ہونے والے مختلف منفی و مثبت پہلوؤں کی نشاندہی کرنا ہے۔ شاعر "جمشید مسرور" اس ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ :

"تخلیق کے خداداد جوہر کے علاوہ محنت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں اتنی نوعمری میں شاعری کی سات کتابیں تخلیق کر چکا ہے جو اپنی جگہ پر نام سے کم نہیں۔"(١٧)

ذیل میں "ایاز محمود ایاؔز" کی تصانیف کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

ایوارڈز و اعزازات

ایاز محمود ایاؔز کو ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں کئی ملکی اور غیر ملکی اعزازات اور ایوارڈز سے نوازا گیا۔ دنیا بھر میں ان کے شعر کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایاز محمود ایاؔز کو جن اعزازات و ایوارڈز سے نوازا گیا اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شہناز مزمل ادبی ایوارڈ ۲۰۱۴ء

وجدان ادبی ایوارڈ ۲۰۱۵ء

عاشق رندھاوی ایوارڈ ۲۰۱۹ء

بشیر رحمانی ادبی ایوارڈ ۲۰۱۹ء-۲۰۲۰ء

سفیرِ سخن ایوارڈ ۲۰۲۰ء

مصور انٹرنیشنل ایوارڈ ۲۰۲۰ء

حوالہ جات

۱۔ نثار ترابی۔ ڈاکٹر۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۲
۲۔ اقصیٰ صابر برہ۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۶
۳۔ ایاز محمود ایازؔ۔ انٹرویو۔ فون کال۔ ۱۲اپریل ۲۰۲۲ء۔ شام ۰۰:۴ بجے
۴۔ ایضاً۔ ۱۳اپریل ۲۰۲۳ء۔ شام ۰۰:۷ بجے
۵۔ ایضاً۔ ۱۳اپریل ۲۰۲۳ء۔ شام ۵۰:۷ بجے
۶۔ ایضاً۔ ۱۵اپریل ۲۰۲۳ء۔ صبح ۰۰:۱۰ بجے
۷۔ ایضاً۔ ۱۸اپریل ۲۰۲۳ء۔ دن ۰۰:۳ بجے
۸۔ ایضاً۔ ۱۸اپریل ۲۰۲۳ء شام ۰۰:۵ بجے
۹۔ تیمور۔ حسن تیمور۔ ڈاکٹر۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۵
۱۰۔ ایاز محمود ایازؔ۔ انٹرویو۔ فون کال
۱۱۔ زاہد محمود زاہدؔ۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۵
۱۲۔ اقصیٰ صابر برہ۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۶
۱۳۔ نثار ترابی۔ ڈاکٹر۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۲
۱۴۔ خالد علیم۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تنہائی سے ڈر لگتا ہے ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۲
۱۵۔ عاطف توقیر۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تنہائی سے ڈر لگتا ہے ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۶
۱۶۔ تیمور۔ حسن تیمورؔ۔ ڈاکٹر۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو ازایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات ۲۰۱۹ء، ص ۱۵
۱۷۔ جمشید مسرور۔ انٹرویو۔ فون کال مئی ۲۰۲۳ء، دن ۰۰:۳ بجے

باب دوم

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو": فکری مطالعہ

اُردو غزل کو اگر فکری حوالوں کے ساتھ لڑی میں پرونا شروع کیا جائے تو قلی قطب شاہ کے عہد سے لے کہ موجودہ دور تک کی غزل ایک جیسے ہی حالات کا شکار رہی کہ اس صنف لطیف پر بڑے بھاری وقت آئے لیکن اس نے اپنا وجود بر قرار رکھا اور روایت کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے نئے سے نئے امکانات پیدا کرتے چلی گئی۔ چنانچہ ہر دور میں ہنر مند شعرا اسے میسر آتے رہے۔ جنھوں نے اپنے منفرد اسلوب، ہیئت، نغمگی، ترنم و غنائیت، موسیقیت امیجری، لفظی تصویر کشی، تشبیہ و استعارہ، محاسنِ شعری ، تجربے اور فنکاری سے اس میں نئی حرارتیں بھرنے کے ساتھ اپنے تخیل اور بلند فکری رویوں سے اس کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ ولیؔ، میرؔ، غالبؔ، مومنؔ، حسرتؔ فیض احمد فیضؔ کو ہم شاہراہِ منزل کے سنگِ میل قرار دے سکتے ہیں۔ جدید اُردو غزل کا ارتقاء اس بات کا ثبوت ہے کہ صنفِ غزل میں زمانے کی نئی کروٹ کو اپنے خاص لہجے میں بیان کرنے کی بڑی صلاحیت موجود ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید اردو غزل میں ایک صحت مندانہ رجحان پیدا ہو رہا ہے۔

اس نئے رجحان میں انسان کی قدر و قیمت کا تعین دولت و اقتدار کی بجائے سچے اور کھرے انسان کے حوالے سے کیا جا رہا ہے اور تصورِ محبوب میں حقیقت پر مجاز بتدریج غالب آ رہا ہے۔ جدید اردو غزل میں موضوعات کے نئے پن اور متفرق رجحان در آنے کے باوجود قدیم روایت سے غزل نے اپنا رشتہ استوار رکھا۔ لیکن یہی مختلف رجحانات اردو غزل کے کلاسیکی سرمائے میں اس کی پہچان بن گئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جن شعرا نے غزل کی افزائش اپنے خون و جگر سے کی، اور غزل کو نئے موضوعات سے مالا مال کرنے کے ساتھ غزل کو جمالیاتی اظہار کے نئے سانچے میں ڈھالا۔ ان شعراء میں ناصر کاظمیؔ، شکیب جلالیؔ، مجید امجدؔ، ابن انشاءؔ، منیر نیازیؔ، فیضؔ، امجد اسلام امجدؔ، شہزاد احمدؔ، وزیر آغاؔ وغیرہ شامل ہیں۔ جنھوں نے حالیؔ اور اقبالؔ کی جدید اردو غزل کو فروغ دینے اور مستقبل کے لیے اس کو نئی ڈگر پر گامزن کرانے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی یوں کہتے ہیں:

> "ان تمام شاعروں نے جدید اردو شاعری میں گراں قدر اضافے کیے ہیں۔
> انھوں نے اس میں موضوع اور فن دونوں اعتبار سے اس کو نئے افق پر پرواز
> سکھائی۔"(۱)

جدید دور میں اردو غزل کو مقبول و عام بنانے میں ملک کے بیشتر حصوں کی طرح پنجاب کے شعراء کا بھی اس میں اہم کردار ہے۔ جنھوں نے صنفِ غزل کو ترقی دینے میں بھرپور جدوجہد کی، ان میں ایک قابل ذکر نام ایاز محمود ایازؔ کا بھی ہے۔ جنھوں نے غزل کے پرخار راستے پر چلتے ہوئے زندگی اور اس کے اتار چڑھاؤ کو اپنی نظر سے دیکھا اور محسوس کیا۔ ایاز محمود ایازؔ نے غزل میں ذاتی دکھ درد اور غم انگیزی کی کیفیت کو شعر کے قالب میں اس طرح ڈھالا ہے کہ ان کی غزلیات جمالیاتی اظہار کی تصاویر بن گئیں ہیں۔ غزل میں فکر اور ندرت کی ہی بدولت بیان کی گنجائش ہوتی ہے انفرادیت کی ترجمانی لیے غزل ایک آزمودہ اور کامیاب وسیلہ اظہار ہے۔ غزل ایک خاص مزاج اور اپنا ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو اصناف سخن میں غزل کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس حوالے سے سید عابد علی عابد اپنی تصنیف "اصولِ انتقادِ ادبیات" میں غزل کی اہمیت وافادیت یوں بیان کرتے ہیں:

> "بیسویں صدی کے آغاز تک کم و بیش عالی مرتبہ شعرا نے اپنی لطیف ترین
> واردات اور دقیق ترین تجربات کے ابلاغ و اظہار کے لیے غزل کو دوسری
> اصناف سخن پر ترجیح دی ہے۔"(۲)

ایاز محمود ایازؔ اکیسویں صدی کے ایک اہم اور معتبر غزل گو شاعر ہیں ان کی غزل فکری لحاظ سے کسی بھی طور پر کم نہیں، ہم عصر شعرا کے مقابلے میں ان کا رجحان زیادہ گہرائی و گیرائی کا حامل ٹھہرتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ غزل کی قدیم روایت سے جڑے دکھائی دیتے ہیں۔

ایاز محمود ایازؔ کی غزلیہ شاعری ان کی شخصیت کی آئینہ دار ہے جس میں انفرادیت اور زندگی کے تمام نشیب و فراز کسی نہ کسی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں سنجیدگی بھی ہے اور وقار و اعتبار بھی۔ ایاز محمود ایازؔ کی غزل پڑھ کر جو پہلا احساس ہوتا ہے وہ اس کا موضوعاتی پھیلاؤ ہے۔

ایاز محمود ایازؔ کی غزل میں موضوعات کی رنگارنگی، تنوع اور وسعت ہے ان کی غزل میں زندگی سے محبت، دنیا کی بے ثباتی، نفسیاتی مسائل کا شعور، اپنے وطن کی غلامی کا احساس، آنکھوں کے ساتھ پھیلے ہوئے دلچسپ تماشے، وطن سے بے پناہ محبت، اپنے ہونے کے امکانات، تصورِ عشق، جذبہ عشق، تصورِ حسن، خارجیت پسندی، داخلیت پسندی، ماضی کی یاد، رجائیت اور پر امید لہجہ، سیاسی و سماجی شعور، حقیقت پسندی، شوخی و شگفتگی، شکوہ و شکایت وغیرہ کے موضوعات ملتے ہیں۔ معنویت کے اعتبار سے موصوف کی غزلوں میں غمِ دوراں کی الجھنیں، غمِ جاناں کا احساس، رومانیت، ذاتی تجربات، جمالیاتی رنگ، زندگی کی اصلیت و ناپائیداری، عقل و جنون کی کشمکش، مناظر قدرت، غریب الوطنی اور نظریہ جبر کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

ایاز محمود ایازؔ نے غزلوں میں پرانے موضوعات کے ساتھ ساتھ نئے موضوعات بھی سموئے ہیں اور حسن و عشق کی باتیں بھی کی ہیں۔ لیکن ان باتوں میں نرمی، جذباتیت اور لذت پرستی نہیں بلکہ واقعیت اور حقیقت پائی جاتی ہے۔ زندگی کی بدلتی ہوئی کیفیت، سیاسی و سماجی شعور کے ساتھ ساتھ معاشرتی رجحان بھی ان کی غزلوں میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے زندگی کے فلسفہ کو غزل میں جا بجا اپنا موضوع بنایا ہے۔ ان کی غزلیات کے درج ذیل خصائص ملاحظہ ہوں:

جذبہ حسن عشق

ہر شاعر کا اپنا ایک مزاج رکھتا ہے اور شاعری اس کی شخصیت کی عکاس ہوتی ہے۔ایاز محمود ایازؔ کی زندگی میں پاکیزگی کا بڑا عمل دخل ہے اور یہی ان کی غزلوں میں تاثر پیدا کرتا ہے۔اس کے نتیجے میں ایک ایسا شاعر ہمارے سامنے آتا ہے جس میں فرض کا احساس جنون کی حد تک موجود ہے۔ایاز محمود ایازؔ غزل کی اس روایت سے وابستہ ہیں جہاں عشق ہی سے کاروبارِ زیست رواں دواں ہیں۔ان کی غزلیں اپنے دامن میں ایسی انفرادیت رکھتی ہیں جو قاری کے ذہن کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔اس حوالے سے نثار ترابی ایاز محمود ایازؔ کی شعر گوئی کے نئے اظہار کی کشمکش کے بارے میں یوں کہتے ہیں:

> "ایاز محمود ایازؔ کی کشمکش بھی اظہار کے بہتر سے بہتر قرینے کی تلاش میں ہے وہ اپنی شعر گوئی کے دوسرے پڑاؤ پر بھی ہمیں اس قرینے کے حصول کے لیے آگے لپکتا نظر آتا ہے۔مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ شوقِ اظہار ایسا دلفریب اور سحر آثار ہوتا ہے کہ مسافر کو بھی کبھی آسودہ نہیں ہونے دیتا۔"(۳)

ایاز محمود ایازؔ کو غزل کا مزاج دان کہنا غلط نہ ہو گا کہ وہ غزل کی روایت کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ان کی غزل میں میرؔ و غالبؔ سے لے کر حالیؔ اور اقبالؔ تک ہر شاعر کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔اسلوب، ہیئت اور موضوع کے اعتبار سے انھوں نے غزل کی روایت سے بغاوت نہیں کی۔ان کی غزلوں میں موضوعات وہی ہیں جو اُردو غزل کے لوازمات کے طور پر مشہور ہیں لیکن ان کو ادا کرنے کا طریقہ، سلیقہ اور لب و لہجہ دوسرے شعرا سے قدرے مختلف ہے یہی ان کی غزل کی انفرادیت ہے۔ایاز محمود ایازؔ کا تصورِ حسن و عشق روایتی ہونے کے باوجود جنسی اور جسمانی طرز کا حامل نہیں ہے۔انھوں نے اپنے تصورات کا اظہار کرتے وقت تہذیبی روایات اور اخلاقی قدروں کو ہر حالت میں ملحوظ خاطر رکھا ہے۔تصورِ عشق بیان کرتے وقت ذہنی قسم کی تعیش کا احساس کارفرما نظر نہیں آتا بلکہ ایک قسم کے پاکیزہ جذبات و خیالات کا اظہار مدِ نظر رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی غزل میں حسن و عشق کے بیان میں صحت

مندی کی فضا ملتی ہے۔ چنانچہ یہ بات حقائق پر مبنی ہے کہ غزل کا اہم موضوع حسن و عشق ہے۔ غزل اور عشق لازم و ملزوم ہیں۔ اس حوالے سے شبلی نعمانی بھی اپنی تصنیف "شعر العجم" میں حسن و عشق کو غزل کا اہم موضوع قرار دیتے ہیں:

> "عشق و محبت انسان کا خمیر ہے اس لیے جہاں انسان ہے وہاں عشق بھی ہے اور چونکہ کوئی قوم شاعروں سے خالی نہیں اس لیے کوئی قوم عشقیہ شاعری سے بھی خالی نہیں۔"[۴]

ایاز محمود ایازؔ نے حسن و عشق کے معاملات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ثقہ طبیعتیں بھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتی۔ غزل کی شاعری بہت ہی احتیاط کی متقاضی ہوتی ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کی غزلیات میں نہایت محتاط سوچ اور سنبھلی ہوئی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ان کی مطبوعہ غزلوں میں حسن و عشق کے مضامین، گل و بلبل کے تذکرے، تصوف کی چاشنی، زندگی کی اصلیت و ناپائیداری، عشق حقیقی، عشق مجازی، تصور انسانیت، ہجر و وصل، جبر و استحصال، پیکر تراشی اور تصورِ زندگی جیسے موضوعات اپنی پوری شدت کے ساتھ نمایاں نظر آتے ہیں۔

ایاز محمود ایازؔ کی غزل میں حسن و عشق کا جذبہ نمایاں مقام رکھتا ہے۔ ان کے اشعار میں نکتہ آفرینی، جدت طرازی اور تنوع نظر آتا ہے۔ ان کی غزلیہ شاعری میں جذبہ حسن و عشق کے وہ تمام مضامین موجود ہیں جو روایتی حیثیت کے حامل ہیں لیکن ایاز محمود ایازؔ کا ادا کرنے کا طریقہ بڑا منفرد اور دلکش ہے۔ سوچنے، محسوس کرنے اور اس کو پیش کرنے کی صلاحیت بہت اچھی ہے۔ ان کے ہاں غزل تمام علامتیں اور نئے مضامین اپنے ساتھ لائی ہے۔

میں زندہ ہوں یہ منظر دیکھ کر بھی
ترے ہاتھوں میں پتھر دیکھ کر بھی

محبت مطمئن پھر بھی نہیں ہے
مرے اشکوں کا ساگر دیکھ کر بھی[۵]

اردو غزل میں ان کے جذبہ عشق کو دیکھا جائے تو ان کا انداز روایتی عشق کا نہیں۔ جہاں محبوب کے ساتھ رقیب کا ذکر بھی لازمی تھا۔ ایاز محمود ایازؔ کا تصورِ عشق خالص عشق ہے۔ جس میں رقیب کا ذکر نہیں ہوتا۔ پنجابی شاعری میں ابوالہوس نام کی کوئی بوٹی نہیں، حضرت سلطان باہُو، بلھے شاہ، شاہ حسین اور دوسرے پنجابی شعراء کی طرح ایاز محمود ایازؔ کی غزل میں تصورِ عشق میں عشق دوستی کو تجارت نہیں بنایا گیا بلکہ عشق خود مشکل میں ہو تو محبوب کو اپنے مصائب اور پریشانی کا شکار نہیں ہونے دیتا، بلکہ محبوب کی راحت و سکون کے لیے اس کی دوری کا زخم بھی برداشت کرتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے ہاں جذبہ عشق کے مضامین میں ایک جدت ہے۔ یہ حسن و عشق کے مضامین ان کی غزلوں میں تواتر کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی غزل کے اس موضوع کو کتنا پسند کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مطابق عشق کے ولولے اور جوش و جذبے کے بغیر کسی بھی مقصد کے حصول میں کامرانی ممکن نہیں۔ ہر شاعر حسن پرست اور عشق پسند ہوتا ہے اور یہی حسن و عشق کی آمیزش غزل کا بنیادی تصور ہے۔ حسن و عشق کی کائنات میں شاعر کے دل پر جو گزرتی ہے، ان ہی وارداتوں، کیفیتوں اور جذبوں کا بیان غزل کو خوبصورتی دیتا ہے۔

سوچوں کا ہر گمان ترا پوچھتا رہا
اجڑا ہوا مکان ترا پوچھتا رہا[۶]

جب بھی ترے خیال میں آنسو بہا دیے
پلکوں کا اشک دان ترا پوچھتا رہا[۷]

انسانی زندگی میں لطیف جذبات کو خاص اہمیت حاصل ہے جس سے انکار کسی صورت میں بھی ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ فارسی شاعری کی تقلید میں اردو غزل نے جو موضوعات اپنے دامن میں سمیٹے ہیں ان میں عشق کو اہم مقام حاصل ہے۔ عشق مجازی ہو یا حقیقی دونوں صورتوں میں اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے ہاں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔اس حوالے سے نثار ترابی بھی ایاز محمود ایازؔ کے غزل میں حسن آفرینی کو ہی ان کی غزل گوئی کا محور گردانتے ہیں:

"اس کی غزل جن معروضی تلازمات سے آراستہ ہے وہ تخلیقی، بدیہی اور نامیاتی ہونے کے ساتھ ساتھ حسن آفرینی کے جملہ لوازمات سے بھی تحریک پاتے ہیں۔"(۸)

ان کے نزدیک عشق میں خدا کی ذات ہے جو انسانی دلوں کے اندر جلوہ گر ہو کر انھیں حسن و جمال کا ادراک عطا کرتی ہے۔ایاز محمود ایازؔ کو عشق کا یہ پختہ شعور اس شعری روایت سے حاصل ہوا جو ایران سے ہوتی ہوئی، میرؔ و سوداؔ، غالبؔ، مومنؔ، اقبالؔ اور ان کے ہم عصر شعراء میں فیضؔ احمد ندیم قاسمی تک پہنچی اور ایاز محمود ایازؔ نے ایسی روایت سے استفادہ کرتے ہوئے گنگنا کے غزل میں عشق کو یوں پھیلایا کہ موضوعاتی تشنگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تجھے سوچوں تو ماضی کے دریچے جاگ اٹھتے ہیں
محبت کے تو سارے خواب لمحے جاگ اُٹھتے ہیں
مہک اٹھتی ہے جب دل میں محبت خوشبوئیں بن کر
تو پھر سارے، مناظر سارے رستے جاگ اٹھتے ہیں(۹)

موضوعِ عشق جو غزل کا وصف خاص ہے ایاز محمود ایازؔ نے اس وارداتِ عشق کو مجازی اور حقیقی دونوں مفاہیم کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کر کے بیان کیا ہے جو ان کے گہرے فکری شعور کی عکاسی کرتا ہے۔

سماجی اقدار کی عکاسی

شاعری اپنے ماحول اور اپنے دور کی ترجمان و عکاس ہوتی ہے۔ کسی عہد کے مخصوص نظریات اور رجحانات اس کی شاعری میں راہ پاتے ہیں۔ شاعر بھی معاشرے کا ایک فرد ہوتا ہے اور اسے ایک آدمی کی طرح زندہ رہنے کے لیے کشمکش کرنی پڑتی ہے اور اپنے عہد کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شاعر اور عام آدمی میں یہی فرق ہے کہ شاعر زیادہ ذہین، زیادہ حساس اور زیادہ تیز قوت ادراک کا مالک ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے ماحول اور گرد و پیش کی زندگی اور اس کے واقعات کا مطالعہ اور مشاہدہ زیادہ گہرائی، توجہ اور پختہ شعور سے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول کی تلخیوں اور الجھنوں کو شدت سے محسوس کرتا ہے اور پھر ان کیفیات کو اپنی شاعری میں سمو دیتا ہے۔ اس میں شاعر کے اپنے فطری رجحان اور میلان کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ اس حوالے سے طارق بن عمر یوں رقمطراز ہیں:

> "جب فرد اپنے رویے کو معاشرے کے رویے میں ہم آہنگ کرے گا تو ایک ایسا رویہ جنم لے گا جیسے ہم سماجی معاشی، مذہبی اور سیاسی بیداری کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ فکری عمل بعض اوقات ہمیں زندگی کی کچھ بے رحم تصاویر بھی دکھاتا ہے۔"(۱۰)

ہر شاعر کے رجحانات و میلانات جدا جدا ہوتے ہیں۔ فطری میلانات کے ساتھ ساتھ ماحول کے اثرات کی کارفرمائی بھی نظرانداز نہیں کی جا سکتی۔ انسان پر اپنے ماحول کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے. بچہ جس ماحول میں آنکھ کھولتا ہے اور جس فضا میں پرورش پاتا ہے وہ اس کی شخصیت کی تعمیر میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جدید نفسیات کے مطابق بچپن کے اچھے یا برے اثرات آخری دم تک انسان کی زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ بچپن میں ماں باپ کے رویے سے ان کی تربیت پر نتائج بہت دور رس ہوتے ہیں۔ انسان کا ماحول ہی اسے اچھا یا برا بناتا ہے۔ اس لیے صحت مند شخصیت کی نشو نما میں ماحول کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اور شاعر کے بارے میں تو یہ بات زیادہ شدت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے جس ماحول اور

عہد میں زندگی بسر کی اس ماحول اور عہد کے سیاسی و سماجی اثرات ان کی غزل میں واضح طور پر ملتے ہیں۔ چنداشعار ملاحظہ ہوں:

جن سے وابسطہ تھی ہر ایک خوشی سانسوں کی
اب وہی لوگ ہیں مقتل کو سجانے والے(۱۱)

قحط پھولوں کا نہیں سوچ کا شاید ہوگا
اب تو اپنے ہیں سبھی خار بچھانے والے(۱۲)

ایاز محمود ایازؔ زندگی کے ظاہر و باطن کے تضاد اور انسانی معاشرے کے متضاد پہلوؤں کو جس بالغ نظری سے بے نقاب کرتے ہیں وہ ان کی شاعرانہ وفنکارانہ بصیرت اور مشاہدے کی گہرائی کا بین ثبوت ہے۔ زندگی اور زندگی کے مسائل کے بارے میں ان کی عمیق نظر زندگی کی تہہ میں چھپے ہوئے حقائق کو ڈھونڈ نکالتی ہے۔ وہ جذبات واحساسات کے شاعر ہیں ان کی غزل کا ہر شعر زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کو ضرور پیش کرتا ہے جس میں قاری اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتا ہے۔

زمانے کا غم

غم دوراں یا غم دنیا شاعر کی ذہنی بالیدگی کا بہت بڑا ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایاز محمود ایازؔ آپنے آپ کو درد مند کہتے ہیں۔ ان کی درد مندی محرومی کے دبستان سے وابستہ ہے یہ محرومی داخلی بھی ہے اور خارجی بھی، داخلی محرومیوں میں جوانی میں والدہ کی ممتا سے محروم رہ جانا اور پھر والد کا سایہ سر سے اٹھ جانا۔ ان کی غزل میں جابجا میرؔ کا رنگ غالب دکھائی دیتا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایاز محمود ایازؔ میرؔ کے دکھوں کا مداوہ اپنی غزل میں کرنا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو ان دکھوں کے قالب میں ڈھال کر غزل کے ذریعے وسیلہ اظہار کرنا چاہتا ہے۔

زندگی کے دکھ ایسے مجھ کو لے گئے خود میں
تجھ کو یاد کرنے کی فرصتیں بھی روٹھی ہیں(۱۳)

اک دھواں سا پھیلا ہے اب وطن کی راہوں پر
آنگنوں سے خوشبوئیں ، نکہتیں بھی روٹھی ہیں(۱۴)

درد والم انسان کو مایوس کر دیتے ہیں لیکن حوصلہ مند لوگ ہارتے نہیں، یہی وجہ ہے کہ اکثر شعرا غم و درد اور مایوسی کا ذکر کرتے ہیں لیکن مایوسی کا حصہ نہیں بنتے۔ انسان کی بلند ہمت اور اعلیٰ ظرفی تو یہ ہے کہ نامساعد حالات میں بھی اُمید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے لیکن بہتر مستقبل کی امید پر ہنس کر زندگی گزار دینا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں ذاتی غم اور ارد گرد کے دوسرے انسانوں کے دکھ بہت ستاتے ہیں وہ ان دکھوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور یہ دائرہ پھیل کر معاشرتی نا انصافیوں کا احاطہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ کسی بھی بڑے فنکار کی پہچان ہے کہ وہ اپنے آشوب کو بنی نوع انسان کا آشوب خیال کرتے ہوئے ان زخموں کا مداوہ کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ معاشرے میں بکھرے ہوئے مصائب شاعر کو ہر پل بے چین رکھتے ہیں لیکن ایاز محمود ایازؔ کا کمال یہ ہے کہ وہ غمِ دوراں سے نڈھال ہو کر غمِ جاناں کا ذکر بھی ساتھ کر دیتے ہیں۔

ہم وہ فن کار ہیں جو روز تماشے کے عوض
اپنے کردار نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں(۱۵)

لطف بارش کا لیا کرتے ہیں محلوں والے
ہم گھروندوں کو بچاتے ہوئے مر جاتے ہیں(۱۶)

ایاز محمود ایازؔ زندگی کے دشوار راستوں سے گزر رہے ہیں۔اس کا اظہار انہوں نے اپنی غزل میں کیا۔ لیکن محبوب کا غم ہو یا زمانے کا،اس دکھ میں شاعر کے ہاں رجائیت کی روشنی ضرور نظر آتی ہے۔ خواہ یہ روشنی ہلکی ہی کیوں نہ ہو وہ مایوسیوں سے دور نکلنے اور شکست سے بچنے کا ایک نیا راستہ ضرور دکھاتے ہیں۔ اگر ان کی پوری زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتے ہے کہ انھوں نے ہر مشکل مقابلہ ہمت سے پار کیا ہے۔ان کی غزل میں بھی ان کے ہاں غموں، دکھوں اور پریشانیوں کا اظہار ملتا ہے مگر اس اظہار میں مایوسی کی کیفیت نہیں بلکہ رجائیت کا پہلو نمایاں ہے۔

پرندوں نے ستم پرور ہواؤں کو
عجب غصے کے لہجے میں پکارا ہے (۱۷)

لہو سے اپنے لکھ کر داستاں اپنی
بھلا! کوئی سر مقتل بھی ہارا ہے (۱۸)

روایت سے پیار

ہر سچا شاعر یا ادیب اپنے عہد کے ساتھ چلتا ہے۔ زمانے کی بدلتی ہوئی کروٹیں ان کے کلام میں بجا طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ منفرد فکری اظہار بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اپنے دور کی تصویریں شاعر کے کلام میں دیکھی جاسکیں۔

ایاز محمود ایازؔ ایک ایسے شاعر ہیں جن کا کلام بھی اپنے عہد کے ساتھ چلتا دکھائی دیتا ہے۔ جدید معاشرے سے بیزاری ان کی غزل کا ایک اہم بنیادی عنصر ہے۔ اگرچہ انسان نے اپنے شعوری ادراک کی بنا پر جدید ایجادات کے ذریعے اپنی زندگی کو آسان بنا دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سے مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ جن میں غربت، بھوک، غیرت کا مٹ جانا، افلاس و استحصال اور جاگیر درانہ نظام جیسے مسائل نے جنم لیا ہے۔ غریب لوگ دن بہ دن غریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور اپنی زندگی کو بوجھ

سمجھنے کی وجہ سے اس سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن شاعر یا ادیب ہی وہ عظیم ہستی ہیں جو انسان کو مایوسی سے نکال کر ان میں جذبہ بیداری پیدا کرتے ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ بھی ان ہی شخصیات میں سے ہیں جو انسان کو مایوسی سے نکالتے ہیں۔ ان کے کلام میں یہ تلخیاں بجا طور پر دکھائی دیتی ہیں، جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ جدید معاشرے سے شدید بیزار ہونے کے باوجود ان تمام مسائل کو حل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اب تو باقی ہیں فقط لوگ رلانے والے
جانے کس دیس گئے ہم کو ہنسانے والے [۱۹]

ڈھونڈ نے سے بھی کہاں ملتے ہیں اب لوگ بھلے
سب کی آنکھوں میں نئے خواب سجانے والے [۲۰]

جذبات نگاری

ایاز محمود ایازؔ کی غزل میں جذبہ ایک خاص تہذیبی نکھار لے کر نمودار ہوا ہے وہ جذبہ اور ذوق و شوق کے شاعر ہیں۔ اگر ہم انھیں جذبے کا شاعر کہیں تو غلط نہ ہوگا، ان کی غزلیہ شاعری میں جذبے کی کئی متنوع کیفیات پائی جاتی ہیں۔ جس میں تازگی کے ساتھ ساتھ ندرت اور نیرنگی بھی جھلکتی دکھائی دیتی ہے ان کے جذبے میں پھولوں کی معصومیت اور شبنم کی طہارت بھی ہے۔ جذبے کا یہ رنگ ان کے جمالیاتی ذوق کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور یہ انسانی فطرت کی ان صداقتوں کو پیش کرتا ہے جس تک عام آدمی کی نظر تو جاتی ہے لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ ایاز محمود ایازؔ کا ہی کمال ہے کہ قاری کو حیات و کائنات کی سربستہ حقیقوں سے روشناس کر دیتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

میں ایسے شہر میں رہنے لگا ہوں
کہ جس میں آشنا کوئی نہیں ہے [۲۱]

ہوس جیسا مرض لاحق ہے سب کو
یہاں اس کی دوا کوئی نہیں ہے[۲۲]

موصوف نے جذبات نگاری کے وسیلے سے انسانی جذبے کی بعض حقیقتوں کا سراغ بھی لگایا ہے اور الفاظ کے پیکر میں جس طرح انھوں نے جذبات کو سمویا ہے یہ ان کے فن کا کمال ہے۔

حقیقت نگاری

ادب میں فطرت، افراد، ماحول اور وقوعات تک تمام تر جزئیات سمیت درست تصویر کشی اور درست نقشہ کھینچنا حقیقت نگاری ہے۔ حقیقت نگاری سے باطل کو نظرانداز کر کے ماحول اور معاشرے کی اصل تصویر پیش کی جاتی ہے۔اس حوالے سے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی حقیقت نگاری تعریف کرتے ہیں :

"ادب میں اشیاء خاص اور واقعات کو کسی قسم کے تعصب، عینیت، موضوعیت اور رومانویت سے آلودہ کے بغیر دیانت اور صداقت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش حقیقت پسندی یا حقیقت نگاری کہلاتی ہے۔"[۲۳]

حقیقت کا تصور ایک جاندار عمل ہے اس لیے کسی بھی شاعر کے کلام میں زندگی کے مسائل کو حقیقت کی نظر سے دیکھنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ جب شاعر رومانویت اور تخیلاتی دنیا سے باہر آتا ہے تو یقین کی حدوں کو چھونے لگتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ انسان کے حالات تغیر پذیر ہیں اور یہ ہر لمحہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ شاعر کی یہ خوبی ہے کہ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ معاشرے کی تصویر کشی حقائق کے ساتھ کرتا ہے۔ایاز محمود ایازؔ کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے اپنی

غزلیہ شاعری کے ذریعے قاری کو زندگی کے تلخ حقائق سے روشناس کروایا ہے۔ وہ زندگی کی رعنائیوں سے لطف اٹھانے کے بجائے حقیقی واقعات کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

یہ گلیاں یہ بازار گونگے پڑے ہیں
یہاں سارے کردار گونگے پڑے ہیں[۲۴]

سرِ عام سڑکوں پہ ہے خون بکھرا
مگر میرے سالار گونگے پڑے ہیں[۲۵]

داخلیت وخارجیت

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی داخلیت اور خارجی کیفیات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ رومان اور انقلابی راستوں پہ رواں زندگی میں پیش آنے والی وارداتیں ان کی شاعری میں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ وہ معاشرے میں موجود انسانوں کے دکھوں سے افسردہ نظر آتے ہیں اور ان پر گزرنے والی کیفیات کو اپنے اوپر طاری کرتے ہیں لیکن اس سے ان کے فکری اظہار پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر نثار ترابی لکھتے ہیں:

"ایاز محمود ایاز کی شاعری کا مطالعہ اس کی ذات کے سربستہ رازوں کو عیاں کرنے کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ اس کے اندر ایک شہرِ صدا آباد ہے اس کی زبان خاموش ہے مگر جب زبانِ خاموش کے اسرار دل میں گونجتے ہیں تو اس کے گنبدِ بے در میں وہ غنائیہ جنم لیتا ہے جس کی سرمدیت سے انکار نہیں۔"[۲۶]

ایاز محمود ایازؔ کے کلام میں قلبی واردات کا اظہار واضح طور پر دکھائی دیتا ہے وہ اپنی داخلی کیفیات کو اپنے اشعار کے قالب میں بڑی خوبصورتی سے ڈھالتے ہیں۔

کسے بتائیں سکوت دل کا، کسے سنائیں اجاڑ باتیں
جواب زخمی ، سوال زخمی ہم اپنی پوروں سے کیا لکھیں گے [۲۷]

ہمارے ہونٹوں پہ پیاس مہکی ، ہمارے آنکھوں میں خواب ٹوٹے
ہماری سوچوں کے بال زخمی، ہم اپنی پوروں سے کیا لکھیں گے [۲۸]

ہر انسان کا اپنا ایک ذاتی تشخص ہوتا ہے جس کی بدولت وہ دنیا کے دیگر افراد سے اپنی ذات کو الگ تصور کرتا ہے۔ یہی احساس ہے جو انھیں دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ایاز محمود ایاز ؔجہاں داخلی تصادم کا شکار ہیں وہاں وہ باطنی طور پر بھی ٹوٹ پھوٹ کا اور انتشار میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ سماجی و سیاسی بے حسی، غریب و مظلوم عوام کا استحصال، ناانصافی اور معاشرتی قدروں کے تعین میں منفی اور مثبت پہلوؤں کو سمجھنے اور سمجھانے کا رجحان ان سب نے ایاز محمود ایاز ؔکو باطن سے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس حوالے سے تیمور حسن لکھتے ہیں:

"ایاز محمود ایاز ؔکی شاعری میں ذات اور بیرون ذات میں پھیلے ہوئے آثار و مسائل کی طرف سوچ بچار کا ایک ایسا فطری عمل کارفرما نظر آتا ہے جو اسے اپنے دوسرے ہم عصروں سے منفرد ٹھہراتا ہے۔"[۲۹]

ایاز محمود ایاز ؔکی غزل گوئی پر اگر غور کیا جائے تو ان کی غزلیات میں ورائے ذات اور اندرونِ ذات کارفرما عوامل کی کئی پرتیں دکھائی دیتی ہیں۔ جس کے ذریعے وہ اپنے ردعمل کا تخلیق اظہار کرتے ہیں۔

رومانویت

ایاز محمود ایازؔ کی غزل میں رومانوی فضا سے سرشار عشق و محبت کی کیفیات دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کی یہ رومانویت انسانی سوچ کو پامال نہیں کرتی بلکہ جذباتی صداقت کے ساتھ نئے شعری رویوں اور لطیف احساس سے زندگی کے حسن کو بیان کرتی ہے۔ ان کی غزل میں جذبہ ،خیال، عشق و محبت کی باتیں اور محبوب کی اداؤں کے تذکرے بڑی دلکشی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ جو ان کی غزل کو ایک نیا حسن عطا کرتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رقصِ خوش بو کی طرح مجھ پہ سنور جاتی ہے
رات پلکوں پہ سرِ شام بکھر جاتی ہے۔
تو نہیں ہے تو تری یاد کی خوش بو اب بھی
اپنے رخسار مرے ہونٹوں پہ دھر جاتی ہے[۳۰]

ایاز محمود ایازؔ کی غزل اپنے عہد کی بھرپور عکاسی کرتی ہے زمانے کے بدلتی ہوئی کروٹیں ان کی غزل میں جابجا دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ منفرد فکری اظہار بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اپنے دور کی تصویریں اپنے اشعار میں دکھائی جائیں۔ اس لحاظ سے ایاز محمود ایازؔ کے غزلیں اداسیوں کی داستان نہیں سناتیں جو رومانوی فضا کی پراسراریت کو ختم کردے بلکہ ان کی غزلیں رومانویت کی ایسی کڑی ہیں جو مقصدی سوچ کو دل و دماغ میں ابھارتی ہیں۔ ان کی غزل میں جذبہ پوری آب وتاب کے ساتھ موجود دکھائی دیتا ہے۔

المختصر ایک غزل گو شاعر کے طور پر ایاز محمود ایازؔ کے تخلیقی صلاحیتوں کی کئی جہتیں ہیں ان کی غزلیات اُردو غزل کی روایت میں ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ انھوں نے اس شعری روایت کو نئے انداز اور نئے زاویوں سے روشناس کروایا جس سے ان کی غزل میں تازگی اور ندرت پیدا ہوئی۔ انھوں نے اپنی غزلیات میں میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ کی فکری بصیرت سے خوب استفادہ کیا ہے۔ جس سے انھوں نے

اپنی ایک الگ شناخت برقرار رکھی ہے۔ غزل کی بنیاد میں ان کے ذاتی تجربات نے ایک الگ اور منفرد حیثیت پیدا کی ہے انھوں نے اپنی غزل میں حسن و عشق کی تصویریں بنا کر پیش کی ہیں ان میں آفاقیت اور عالمگیریت بدرجہ اتم موجود ہیں۔ موصوف کی غزل میں جذبوں کی عکاسی، سادگی، اپنی مٹی کی خوشبو، اپنے وطن سے محبت اس کی دلفریبیاں اور خوشی و مستیاں ہی ان کی غزل کی اصل پہچان ہیں جو انھیں پیش رو غزل گو شعرا میں بلند مقام عطا کرتی ہیں۔ اگر ان کی غزلیہ شاعری کو زمانی و مکانی ترتیب کی بنیادوں پر رکھا جائے تو ان کی غزلیں اپنے عہد کی عکاس نظر آتی ہیں۔ یہی خوبی انھیں دوسروں سے ممتاز ٹھہراتی ہے۔ انھوں نے کرب کے پل صراط پر سے گزر کر دہشت بھرے خوف کے ہر ظلم کی تصویریں اپنی غزل میں پیش کی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔عبادت بریلوی۔ڈاکٹر۔شاعری کیا ہے ؟۔لاہور: ادارہ ادب و تنقید،۱۹۸۹ء، ص ۸۰

۲۔عابد علی عابد۔سید۔اصول انتقاد وادبیات۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۴۴ء، ص ۳۲۴

۳۔ایاز محمود ایازؔ۔تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص ۱۱

۴۔شبلی نعمانی۔مولانا۔شعر العجم۔اعظم گڑھ انڈیا: معارف پریس، حصہ پنجم، س۔ن، ص ۳۴

۵۔ایاز محمود ایازؔ۔تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص ۲۳

۶۔ ایضاً، ص ۳۱

۷۔ایضاً، ص ۳۱

۸۔ایاز محمود ایازؔ۔تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص ۱۱

۹۔ایاز محمود ایازؔ۔تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص ۴۳

۱۰۔طارق بن عمرؔ۔اردو افسانہ اور فکری رویے۔لاہور: مجلہ مانور، مشمولہ جلد نمبر ۹، سر ساہل ستمبر ۲۰۱۱

ص ۳۹

۱۱۔ایاز محمود ایازؔ۔تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص ۳۰

۱۲۔ایضاً، ص ۳۰

۱۳۔ایاز محمود ایازؔ۔تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص ۲۶

۱۴۔ایضاً، ص ۲۷

۱۵۔ایضاً، ص ۱۹

۱۶۔ایضاً، ص ۲۰

۱۷۔ایضاً، ص ۴۷

۱۸۔ ایضاً، ص۳۷

۱۹۔ ایضاً، ص۳۰

۲۰۔ ایضاً، ص۳۰

۲۱۔ ایضاً، ص۴۸

۲۲۔ ایضاً، ص۴۹

۲۳۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول جولائی، ۱۹۸۵ء، ص۴۹

۲۴۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص۳۳

۲۵۔ ایضاً، ص۳۳

۲۶۔ نثار ترابی۔ ڈاکٹر۔ خود بنام خود۔ مشمولہ تم شرطِ زندگی ہو از ایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: دھنک مطبوعات ۲۰۱۹ء، ص۱۲

۲۷۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص۸۳

۲۸۔ ایضاً، ص۸۳

۲۹۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص۲۶

۳۰۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص۱۱۵

باب سوم

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو": فکری مطالعہ

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایازؔ کا کلام نہ صرف فکری حوالے سے بلند مقام رکھتا ہے بلکہ فنی حوالوں سے بھی معیار و اعتبار اور اہمیت کا حامل ہے۔

ایاز محمود ایازؔ جدید لب و لہجے کے شاعر ہیں۔ان کی شاعری میں سنجید گی، معصومیت بے ساختگی ایک فطری کشش ہے۔ایازؔ کے ہاں لفظوں کی ترتیب، مصرعوں کی ساخت اور الفاظ کی نشست و برخاست عمدہ ہے۔ایازؔ نے اپنی شاعری میں حسن بیان کی خوبیوں کا استعمال بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے۔خوبصورت الفاظ کا چناؤ نادر اور مؤثر تشبیہات و استعارات، محاورات اور صنائع بدائع کا موزوں اور خوبصورت استعمال ان کے کلام کا عمدہ وصف ہے۔ایازؔ کے کلام میں ایک طرف فصاحت کی آن بان ہے تو دوسری طرف بلاغت کی شان ہے۔کم سے کم الفاظ میں بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ بات کرنا ان کا کمال ہے۔ذیل میں "تم شرطِ زندگی ہو" کے حوالے سے ایازؔ کے فن غزل گوئی کا مختصر فنی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔جس میں ایاز محمود ایازؔ نے اپنی فنی مہارتوں کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے علم بیان، علم بدیع اور دیگر محاسن کا استعمال انتہائی موزوں اور بر محل کیا ہے۔

ایاز محمود ایازؔ کے ہاں تشبیہ کا استعمال

ایاز محمود ایازؔ کے کلام میں تشبیہات محض الفاظ کی حد تک محدود نہیں بلکہ جذبات کے اظہار کا ذریعہ اور عصری حالات کی عکاسی کرتی ہیں۔ایاز محمود ایازؔ نے نادر تشبیہات کی مدد سے اپنے کلام کو نئے معنی و مفاہیم سے ہمکنار کیا ہے۔ان کی تشبیہات میں جدت ہے۔انہوں نے اپنے کلام میں تشبیہات کا استعمال بڑی عمدگی سے کیا ہے۔شعر ملاحظہ ہو:

محبت مطمئن پھر بھی نہیں ہے
میرے اشکوں کا ساگر دیکھ کر بھی (۱)

ایاز محمود ایازؔ اپنی شاعری میں غم و حزن کو بیان کرنے کیلئے بھی تشبیہات کا استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اشکوں کو ساگر سے تشبیہ دی ہے۔ایاز محمود نے ساگر کی تشبیہ کو گہرے معانی کیلئے استعمال کیا کیوں کہ وہ ساگر کی تشبیہ کے ذریعے اپنے آنسوؤں کی قدر و قیمت کو باور کرانا چاہتے ہیں۔انہیں اس بات کا شکوہ ہے کہ ان کی آنکھوں سے غم سیلاب کی طرح رواں ہے مگر اس کے باوجود ان کا محبوب ان سے ناراض ہے۔

اگر چہ باپ کا لہجہ کرخت ہوتا ہے
مگر وہ دھوپ کڑی میں درخت ہوتا ہے [۲]

جب دسمبر میں برف پڑنے لگی
تیرے گالوں کو ہم نے یاد کیا [۳]

ایاز محمود ایازؔ سنجیدہ اور سچے جذبات کے اظہار بھی تشبیہات میں سموتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وہ والدین کے سائبان شفقت کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ کڑی دھوپ کے وسیع صحرا میں اپنی اولاد کو چھاؤں فراہم کراتا ہے۔دراصل ایاز محمود کے گوناگوں مسائل میں والد کی شفقت اور راہنمائی کی عکاسی کرتے ہیں۔اور شعر ثانی میں شاعر محبوب کو دسمبر کے موسم میں یاد کرتے ہیں۔اور برستی برف کو دیکھ کر محبوب کے رخساروں کا خیال انھیں آتا ہے۔

تم نے پوچھا نہیں ، کس طرح ہم جیے زخم کیسے سیے
دکھ کی بے ساکھیاں تھامے چلتے رہے، تم نے پوچھا نہیں [۴]

مذکورہ شعر میں ایاز محمود ایازؔ نے بڑی خوبصورت تشبیہات کا استعمال کیا ہے۔انھوں نے درد و غم کی فضا میں دکھوں کا سہارا لیا ہے۔یعنی جب وہ محبت کے میدان میں گھائل ہو کر گرتے ہیں تو ان کا کوئی

سہارا نہیں ہوتا چنانچہ غموں کو ہی سہارا بنا لیتے ہیں اور اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔یعنی کہ انھوں نے اپنی زخموں کی چارہ گری کیلئے دکھ کی بے ساکھیوں کی تشبیہ استعمال کی ہے۔

بحثیت مجموعی ایاز محمود ایازؔ نے تشبیہ کے استعمال سے بیان میں خوبصورتی پیدا کی ہے۔انہوں نے خوبصورت تشبیہات استعمال کی ہیں اور کلام میں اس فن کا استعمال بڑی عمدگی سے کیا ہے۔

ایاز محمود ایازؔ کے ہاں استعارہ کا بیان

ایاز محمود ایازؔ نے استعارات کا استعمال بڑی مہارت کیساتھ کیا ہے۔ذیل میں ان کے مجموعہ کلام " تم شرطِ زندگی ہو سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اپنی بھی اب اڑان کبھی دیکھتا نہیں
میں سوئے آسمان کبھی دیکھتا نہیں(۵)

جہاں کہیں بھی پیار کا موسم ملتا ہے
لوگ وہاں پہ زہر اُگانے لگتے ہیں(۶)

ترے آنچل پہ دیکھے تھے بچھڑتے وقت جو میں نے
مری آنکھوں میں وہ سارے ستارے جاگ اُٹھتے ہیں (۷)

پہلے شعر میں شاعر نے اُڑان کے لئے آسماں استعارہ لیا ہے جبکہ دوسرے شعر میں نفرت، تعصب اور تخریب کاری کیلئے "زہر" کا استعارہ استعمال ہوا ہے۔جب بھی کہیں پیار، محبت اور اخوت کی بات ہو تو وہاں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو کہ رشتوں کے تقدس کو پامال کرتے۔ ہیں۔ جبکہ تیسرے شعر میں شاعر نے اپنے آنسوؤں کیلئے ستاروں کا استعارہ استعمال کیا ہے کہ ہجر کے وقت جو اشک میری آنکھوں میں آئے اور میرے محبوب نے اپنے دوپٹے سے صاف کئے تو وہ آنسو یعنی ستارے میری

آنکھوں میں پھر سے جاگ اٹھے۔ شاعر نے اپنے آنسوؤں کیلیئے ستاروں کا استعارہ استعمال کیا ہے کہ اس کے آنسو محبوب کے آنچل پر جا کر ستارے بن گئے تھے۔

تشبیہات و استعارات کے استعمال سے جہاں ایک طرف شعر کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے وہیں دوسری طرف یہ شاعر کی بلند نظری اور اس کے عمیق تجربات و مشاہدات کے بھی غماز ہوتے ہیں۔ تشبیہات و استعارات شاعری کی جان ہیں لیکن ان کا استعمال بر محل ہو تو شاعری اور بھی خوبصورت ہو جاتی ہے۔

ایاز محمود ایازؔ کے ہاں مجازِ مرسل کا استعمال

ایاز محمود ایازؔ کی غزلیات میں مجاز مرسل کی مختلف صورتیں ملتی ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ گلیاں یہ بازار گونگے پڑے ہیں
یہاں سارے کردار گونگے پڑے ہیں[۸]

یہاں سچ کی آواز مردہ پڑی ہے
یہاں سارے اخبار گونگے پڑے ہیں[۹]

پہلے شعر میں شاعر نے گلیاں اور بازار کو جز کے معنوں میں استعمال کر کے کل مراد لیا ہے۔ شاعر کی مراد پورا شہر یا ملک ہے۔ شاعر کہنا چارہے ہیں کہ ظلم و جبر کے خلاف کوئی بھی آواز اٹھانے کو تیار نہیں۔ دوسرے شعر میں بھی جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔

شاہ کے سامنے جھکتا ہوا سر
شانِ دستار نہیں ہوتا ہے[۱۰]

اس شعر میں مجازِ مرسل کی صورت "جز بول کر کل مراد لینا" استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر نے سر کو جز کے معنوں میں استعمال کر کے پورا چہرہ مراد لیا ہے۔

ہم ترے شہر میں آتے ہیں بڑے خوش ہو کر
پر ترے شہر سے جاتے ہوئے مر جاتے ہیں (۱۱)

لہو کا چھینٹا اڑا دیا ہے
کسی کو ہم نے گنوا دیا ہے(۱۲)

پہلے شعر میں مجازِ سل کی صورت "کل بول کر جز مراد لینا" کا استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ ہم جب تمہارے شہر میں آتے ہیں تو ہماری خوشی کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا۔ دراصل شاعر پورے شہر میں نہیں آتا بلکہ محبوب کی گلی کوچے میں آتا ہے۔ اور دوسرے شعر میں "جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو ایاز نے مجاز مرسل کا استعمال بڑی چابکدستی سے کیا۔

ایاز محمود ایازؔ کے ہاں کنایہ کی مثالیں

کنایہ ایک ایسا ذریعہ اظہار ہے جس میں شاعر اشاروں میں اپنا مدعا بیان کرتا ہے۔ کنایہ کلام میں حسن اور معنویت پیدا کرتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے کنایے کا استعمال فنکارانہ انداز میں کیا ہے۔ وہ اشاروں کنایوں میں بات کرنا خوب جانتے ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ کے ہاں کنایہ کا رنگ لیے ہوئے اشعار ملاحظہ ہوں:

گھر سے بچے تو پڑھائی کے لیے جاتے ہیں
بعد میں بات یہ تاوان تک آجاتی ہے (۱۳)

مری آنکھوں میں دریا آبسے ہیں دھیرے دھیرے
یہ تم سے دور جانے کی سزا ملنے لگی ہے(۱۴)

تم گئے ہو تو ہم نے ساری عمر
کبھی پہنی نہیں ہے انگوٹھی(۱۵)

پہلے شعر میں شاعر نے ہماری تعلیمی حالت کی عکاسی کی ہے۔ لفظ "تاوان" بطور کنایہ استعمال ہوا ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے بھیجتے ہیں مگر معاشرتی حیوان یعنی ڈاکو، لٹیرے ہمارے بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور پھر ہم اپنے بچوں کی بازیابی کے لئے تاوان یعنی پیسے دیتے ہیں۔ دوسرے شعر میں شاعر نے اپنے نوحہ، غم اور اپنی آنکھوں سے اشکوں کی صورت میں رواں غم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں دریا سے مراد آنسو ہیں اور اشارے سے آنسو کے لئے دریا کو کنایہ ستعمال کیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں وجہ بیان کی ہے کہ اس کی وجہ محبوب سے جدائی ہے۔ اور تیسرے شعر میں محبوب سے ناراضگی کا شکوہ کیا ہے جب سے ہم جدا ہوئے ہیں میں نے تمھیں یاد کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور "انگوٹھی" کا لفظ بطور کنایہ استعمال ہوا ہے کہ ہم دونوں میں بڑی قربتیں تھی مگر جب سے ہم جدا ہوئے ہیں تو میں نے تمھاری دی ہوئے انگوٹی بھی نہیں پہنی ہے۔ شاعر نے انگوٹھی نہ پہننے کے لفظ کو اپنے محبوب سے لاتعلقی کیلئے استعمال کیا ہے۔

زرداروں کی بات میں گم ہیں
ہم سب اپنی ذات میں گم ہیں
لوگوں کے افلاس کو دیکھیں
حاکم ، رنگیں رات میں گم ہیں[۱۶]

کالے کالے گھیرے کس نے ڈال لیے ہیں
پلکوں پر یہ ڈیرے کسی نے ڈال لیے ہیں
چھین لیا ہے تم سے کس نے چین تمھارا
آنکھ میں تیری پھیرے کس نے ڈال لیے ہیں[۱۷]

پہلے شعر میں کنایتاً معاشرتی حقائق کو بیان کیا ہے کہ ہم امیر لوگوں اور سرمایہ داروں کے غلام اور مفاد اور اپنی ذات کی فکر میں گم ہیں۔ غریب اور کمزور لوگ بھوکے ہیں سب فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ ہمارے حکمران اپنی عیاشیوں میں گم ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ نے اشاروں اور کنایوں میں حکمرانوں کی عیش پرستی، رنگ بازی وغیرہ کو آشکار کیا ہے۔ شعر ثانی میں شاعر اپنے محبوب سے استفہامیہ انداز میں مخاطب ہیں اور کنایتاً اپنے محبوب سے سوال کرتے ہیں کہ تمھاری آنکھوں کے ارد گرد کالے/سیاہ گھیرے کس نے ڈال دیئے ہیں اور کون سی چیز ہے جس نے تمھیں اتنا بے چین کر دیا ہے کہ تمہاری آنکھوں سے تمھارے دل کا حال بیان ہو رہا ہے دراصل وہ اشارۃً محبوب سے پوچھ رہے ہیں کہ تمھیں کس سے محبت ہو گئی ہے کہ تمھاری آنکھیں بھی پر نم اور بے چین نظر آتی ہیں۔ کنایہ کے حوالے ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے:

ہر اک شریف شخص کی پگڑی اچھال دیں

اس شہر بے اصول میں رہنا بھی جرم ہے(۱۸)

اس شعر میں ایاز محمود ایازؔ نے معاشرتی بہروپیوں کی حقیقتوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ شریف شخص سے مراد دراصل معاشرے کے چلتے پھرتے وہ انسان ہیں جو کہ ظاہر میں کچھ اور ہیں اور ان کے باطن میں تاریکیاں ہیں اس لیے شاعر کہتا ہے کہ اس شہر میں جہاں کوئی اصول نہیں ہے وہاں رہنا جرم ہے۔ کیونکہ میں معاشرے کے دوغلے کرداروں کی حقیقتوں کو پہچان گیا ہوں۔ اس شعر میں کنایہ قریب استعمال ہوا ہے۔

غزل کی خصوصیات ہے کہ اس میں ایک بات بتائی جاتی ہے اور ایک بات چھپائی جاتی ہے لیکن کنایہ میں یہ حیثیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے کنایہ غزل کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے کنایہ کی یہ خصوصیات استعمال کر کے اپنی غزل کے بعض اشعار رمز سے لبریز کیے ہیں۔ اور قاری کو کئی موقعوں پر خوشگوار حیرت میں مبتلا کر کے اپنے آپ کو غزل کا بہترین شاعر ثابت کیا ہے۔

علم بدیع کا استعمال

صنائع و بدیع کا استعمال کسی بھی شاعر کے کلام کو خوبصورت، پر تاثیر، پر کشش، جانب نظر اور معنی خیز بنا دیتا ہے۔ اسی علم سے شعراء اپنے کلام میں جدتیں اور خیال کے نئے نئے زاویے پیدا کرتے ہیں۔ ہر دور کے شعراء نے اپنے کلام کو دلکش اور پر تاثیر بنانے کے لیے صنائع و بدائع کا استعمال کیا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے کلام میں بھی ان محاسن سے مزید کئی صورتیں سامنے آئی ہیں جہاں ان کے کلام میں زبان و بیان کی دوسری نزاکتیں موجود ہیں وہاں مختلف صنعتوں کا استعمال بھی بھر پور کیا گیا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے ہاں جو صنعتیں استعمال ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

صنعت تکرار

علم بدیع کی اصطلاح میں مصرعے یا شعر میں کسی لفظ کو فنکارانہ انداز میں دہرایا جائے تو اسے صنعت تکرار یا تکرارِ لفظی کہا جاتا ہے۔ تکرار لفظی سے اشعار میں صوتی آہنگ، ترنم، روانی اور موسیقیت پیدا ہوتی ہے ۔ثوبیہ جمال اپنی کتاب "سلیم صدیقی" (حیات اور ادبی خدمات) میں لکھتی ہیں:

> "صنعت تکرار سے مراد ہے کہ ایک ہی شعر میں ایک لفظ دو یا دو سے زائد مرتبہ آئے اسے تکرار کہتے ہیں۔ اس سے شعر میں ترنم اور غنائیت میں اضافہ ہوتا ہے اور شعر میں ایک بہاؤ اور روانی کا احساس ہوتا ہے۔"(۱۹)

خدیجہ شجاعت علی "فن شاعری" میں اس کی تعریف یوں بیان کرتی ہیں۔

> "کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جن کی تکرار سے کلام میں زور اور حسن پیدا ہو جائے۔"(۲۰)

تکرار لفظی سے شعر کا حسن نکھر جاتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے کلام سے صنعت تکرار کی ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ریزہ ریزہ بکھر چکے ہو تم
اب ذرا آئینو ! سنبھل جاؤ(۲۱)

کرچی کرچی بکھر بھی سکتے ہو
بے وفا دوستو ! سنبھل جاؤ(۲۲)

ملال زخمی ، خیال زخمی ہم اپنی پوروں سے کیا لکھیں گے
کہ ہجر زخمی، وصال زخمی، ہم اپنی پوروں سے کیا لکھیں گے (۲۳)

مجھ کو روتے ہوئے کہہ رہی ہے صبا
بھول جا، بھول جا، بھول جا اب اُسے(۲۴)

پتھر کو بھی پانی پانی کر ڈالا
زہر کو پر اکسیر بنانا بھول گئے ہیں(۲۵)

ناکامی سی ناکامی ہے ، الفت ہے
گردترے زنجیر بنانا بھول گئے ہیں(۲۶)

ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" میں تکرار لفظی کا بکثرت فنکارانہ استعمال ان کی شاعری میں صوتی آہنگ اور موسیقیت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ شعر میں تکرار لفظی کے استعمال سے نہ صرف قاری لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ اس کا استعمال پڑھنے والے کو بھی متاثر کرتا ہے۔ کہیں کہیں ایازؔ کے ہاں ایک ہی غزل میں تکرار لفظی کی تین چار مثالیں بھی ملتی ہیں۔

مراعات النظیر

شعری اصطلاح میں صنعت مراعات النظیر سے مراد کلام میں ایسے الفاظ ایک ساتھ لانا یا ایسی اشیاء کا ذکر کرنا جو آپس میں ایک خاص مناسبت تضاد کی نہ ہو بلکہ کوئی اور تعلق ہو۔ منصف خان سحاب اپنی کتاب "نگارستان" میں لکھتے ہیں:

"مراعات کے معنی ملحوظ رکھنا اور نظیر کے معنی مثال کے ہیں۔ اس میں مماثل کی نسبت ہوتی ہے تضاد کی نہیں۔ ایسے صنعت تناسب بھی کہتے ہیں۔"(۲۷)

ایاز محمود ایازؔ کے مجموعہ کلام "تم شرطِ زندگی ہو" میں مراعات النظیر کا ہنر مندانہ استعمال کیا گیا ہے۔ ایازؔ کے ہاں اس کاریگری کی مثالیں دیکھیے:

بڑھتا ہوں تیر اٹھا کے میں دشمن کی سمت پھر
ٹوٹی ہوئی کمان کبھی دیکھتا نہیں(۲۸)

ہم وفا پرستوں سے قسمتیں بھی روٹھی ہیں
آئینے بھی روٹھے ہیں، صورتیں بھی روٹھی ہیں(۲۹)

تم ملے ہو تو زندگی کا سفر
جیسے خوشبو ، گلاب اور جگنو(۳۰)

اگر رستہ بدلنا ہے تو وعدوں کی ہتھیلی سے
ہر اک تتلی اڑا جاؤ ہر اک جگنو بجھا جاؤ(۳۱)

میں خالی کاغذوں کو دیکھتا رہتا ہوں اب بھی
تمہارے خط جلانے کی سزا ملنے لگی ہے [۳۲]

شجر کٹنے کا دکھ بھی تھا ہمیں لیکن
پرندوں کو اڑانا بھی ضرورت تھی[۳۳]

ایاز محمود ایازؔ کے ان اشعار میں صنعت مراعات النظیر کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔ پہلے شعر میں تیر اور کمان ایک دوسرے خاص نسبت رکھتے ہیں۔ ایک نسبت رکھنے والے الفاظ کا استعمال کر کے مراعات النظیر کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے شعر میں آئینے اور صورتیں کو ایک دوسرے سے نسبت ہے۔ تیسرے شعر میں خوشبو، گلاب اور جگنو کا ذکر مرعات النظیر کا حُسن پیدا کرتا ہے۔ خوشبو، گلاب اور سفر ایک دوسرے سے خاص نسبت رکھتے ہیں۔ چوتھے شعر میں تتلی اور جگنو ایک دوسرے سے خاص نسبت رکھتے ہیں۔ پانچویں شعر میں کاغذ اور خط دونوں میں ایک نسبت ہے۔ چھٹے شعر میں شجر، پرندے، کاٹنا ان تمام الفاظ میں ایک ہی نسبت پائی جاتی ہے۔ شاعر نے صنعت مراعات النظیر کا خوبصورت استعمال کیا ہے۔

صنعتِ تجنیس

تجنیس کے لغوی معنی ہم جنس، ایک جیسا کے ہیں۔ اصطلاح میں تجنیس سے مراد کلام میں دو ایسے الفاظ لانا جو لکھنے میں تو ایک ہوں مگر معنی کے لحاظ سے مختلف ہوں صنعت تجنیس کہلاتی ہے۔ پروفیسر انور جمال اپنی کتاب "ادبی اصطلاحات" میں صنعت تجنیس کے تعریف یوں کرتے ہیں:

"یہ ایک صنعت شاعری ہے اس سے مراد ہم جنس ہونا اور ہم صوتیت ہے۔
کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو تلفظ یا املا دونوں میں مشابہت رکھتے ہوں
لیکن معنوں میں اختلاف ہو "تجنیس" کہلاتا ہے۔" [۳۴]

ایاز محمود ایازؔ کے کلام سے صنعت تجنیس کی ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

وہ دل شناس تو کیا روشناس تک بھی نہیں

بچھڑ کر مجھ سے جو تھوڑا اداس تک بھی نہیں(۳۵)

مصرعہ اولیٰ میں ایک لفظ "شناس" اور دوسرا "روشناس" استعمال ہوا ہے جبکہ ایک لفظ شناس کے پیچھے دو لفظ زائد ہیں جس کی وجہ سے صنعتِ تجنیس زائد پیدا کی گئی ہے۔

اک بار اس کے سائے میں جو بھی ہے آگیا

پھر ذات سائبان کبھی دیکھتا نہیں(۳۶)

اس شعر میں ایک لفظ "سائے" اور دوسرا لفظ "سائبان" استعمال ہوا ہے۔ جبکہ "سائبان" کے آگے تین لفظ زائد ہیں۔اس لیے یہ صنعتِ تجنیس زائد ہے۔

صنعتِ تضاد

تضاد کے لغوی معنی ضد، اختلاف، فرق یا امتیاز کے ہیں۔ علم بدیع کی اصطلاح میں کسی مصرعے یا شعر میں ایسے الفاظ کو جمع کرنا یا دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہوں صنعت تضاد کہلاتا ہے۔ عارف حسن اپنی کتاب "نصاب بلاغت" میں صنعت تضاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کلام میں دو ایسے الفاظ لانا جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کی ضد یا تقابل رکھتے ہوں جیسے دن کے مقابل رات، جوانی کے مقابل بڑھاپا، سردی کے مقابل گرمی، سیاہ کے مقابل سفید، آنا کے مقابل جانا، دوسری صورت میں آنے کے مقابل نہ آنا یا کرنے کے مقابل نہ کرنا یا ہونے کے مقابل نہ ہونا۔"(۳۷)

دو مقابل و متضاد الفاظ کا مصرعے یا شعر میں استعمال ہیں ایک فنی مہارت ہے لیکن شاعری کی اصل فنکاری اس لفظی صنعت گری سے معنوی حسن اور شعر میں تاثیر پیدا کرنا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے بڑے فنکارانہ انداز میں صنعت تضاد کا استعمال کر کے اپنے بیان میں تاثیر اور اشعار میں معنویت و انفرادیت کا حُسن پیدا کیا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے مجموعہ کلام "تم شرطِ زندگی ہو" میں بھی صنعت تضاد کا استعمال ہوا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہم ترے شہر میں آتے ہیں بڑے خوش ہو کر
پر ترے شہر سے جاتے ہوئے مر جاتے ہیں[۳۸]

اس شعر میں "آتے" اور "جاتے" دو متضاد الفاظ کے استعمال میں صنعت تضاد پائی جاتی ہے۔

اب تو باقی ہیں فقط لوگ رلانے والے
جانے کس دیس گئے ہم کو ہنسانے والے[۳۹]

اس شعر میں "رلانا" اور "ہنسانا" کے استعمال میں صنعت تضاد پائی جاتی ہے۔

قحط پھولوں کا نہیں ، سوچ کا شاید ہوگا
اب تو اپنے ہیں سبھی خار بچھانے والے[۴۰]

اس شعر میں "پھول" اور "خار" صنعت تضاد کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

نرمیاں چھین لی گئی ہیں ایازؔ
ملک سے سختیاں نہیں جاتیں[۴۱]

اس شعر میں "نرمیاں" اور "سختیاں" ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اس شعر میں صنعت تضاد کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔

آگ اپنی ہو یا پرائی ہو
اُس میں دامن جلا نہیں دیتے[۴۲]

اس شعر میں "اپنی" اور پرائی "صنعت تضاد کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔

میری غزلوں کو پڑھنا تم

انھیں لکھا نہیں کرنا(۴۳)

اس شعر میں "پڑھنا" اور "لکھنا" متضاد لفظ ہیں۔ جن کا استعمال کر کے صنعت تضاد کا استعمال کیا ہے۔

شام کے اور صبحِ تازہ کے

درمیان رات کیسی حائل ہے(۴۴)

اس شعر میں "شام" اور "صبح" متضاد لفظ ہیں اس لیے یہ صنعت تضاد ہے۔

بھیگی صبحوں سے مل کر

میری شامیں روتی ہیں(۴۵)

اس شعر میں "صبح" اور "شام" کے متضاد الفاظ کے استعمال سے صنعت تضاد پیدا کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا اشعار میں ایاز محمود ایازؔ نے اس صنعت کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔ ایازؔ نے اس صنعت کے ذریعے اپنے کلام کو معنی کے اس رخ سے روشناس کروایا ہے جہاں دو متضاد مل کر ایک خیال کو جنم دیتے ہیں۔ صنعت تضاد ایک نازک صنعت ہے جس کے استعمال میں فنکارانہ مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ایازؔ نے کہنہ مشق استاد کی طرح صنف کو برتا ہے۔

صنعت تلمیح

تلمیح عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی "اشارہ کرنے" کے ہیں۔ شعری اصطلاح میں تلمیح سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ یا مجموعہ الفاظ کے ذریعے کسی مشہور تاریخی، سیاسی، مذہبی، اخلاقی واقعے، روایت، قرآنی آیات یا حدیث نبوی کا ذکر اپنے کلام میں لانا تلمیح کہلاتا ہے۔ شعر میں کسی تاریخی واقعے یا کسی افسانوی واقعے یا قصے کی طرف اشارہ کرنا صنعت تلمیح کہلاتا ہے۔ بقول پروفیسر انور جمال:

" تلمیح کی اصطلاح علم بدیع کے حصے میں آئی ہے ۔کلام میں کوئی ایسا لفظ یا مرکب استعمال کرنا جو کسی تاریخی، مذہبی یا معاشرتی واقعے یا کہانی کی طرف اشارہ کرے تلمیح ہے۔ تلمیح وہ الفاظ ہوتے ہیں جو کسی واقعے کے ساتھ خاص ہو جاتے ہیں ۔ اور مستقل طور پر اس وقوع کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً چاہ یوسف کی ترکیب سامنے آتے ہی حضرت یوسفؑ کا پورا واقعہ ذہن میں آجاتا ہے۔ اُردو شاعری میں اقبالؔ اور غالبؔ کے خوبصورت تلمیحات موجود ہیں۔"(۴۶)

اس ضمن میں "تم شرطِ زندگی ہو" سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہمارے وطن پہ یزیدی ہیں قابض
ہمارے قلمکار گونگے پڑے ہیں(۴۷)

کوئی تو ہو جسے ہم ثانی حسینؑ کہیں
کوئی تو صاحب کردار لوٹ کر آئے(۴۸)

رانجھے گھر گھر پیدا کر کے بھی ایازؔ
جھنگ کے باسی ہیر بنانا بھول گئے ہیں(۴۹)

ایاز محمود ایازؔ کے مندرجہ بالا شعر اولیٰ میں یزید کا ذکر کر کے تلمیح پیدا کی ہے۔ دوسرے شعر میں حسینؑ کے ذکر سے صنعت تلمیح پیدا کی گئی ہے۔ جبکہ تیسرے شعر میں رانجھے اور ہیر کا ذکر کر کے صنعت تلمیح پیدا کی گئی ہے۔ اُردو شعر و ادب میں صنعت تلمیح کا استعمال بے تحاشا ملتا ہے اور تلمیحات کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ جو اُردو ادب کے تخلیق کاروں کے علمی، ادبی، فنی اور شعور کا پتہ دیتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ

بھی ان شعراء میں سے ایک ہیں جن کا مطالعہ انتہائی وسیع ہے۔اور اپنے مطالعے سے مستفید ہوتے ہوئے اپنی شاعری میں بہترین تلمیحات کا استعمال کر کے معنوی جہتیں پیدا کرتے ہیں۔

صنعتِ سیاقۃ الاعداد

کلام میں اعداد کا بالترتیب یا بلا ترتیب سے ذکر کرنا۔ جب شاعر کلام میں اعداد یا کسی چیز کی تعداد کا ذکر کرے تو اس کو علم بدیع کی اصطلاح میں صنعت سیاقۃ الاعداد کہتے ہیں۔ مثلاً دو، چار سو، ہزار، لاکھ وعدہ کا ذکر اگر کسی شعر میں ہو تو اس کو صنعت سیاقۃ الاعداد کہیں گے اس کی تعریف ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم یوں کرتے ہیں:

"سیاقہ کے معنی روانی، چلانا اور اعداد، عدد (گنتی) جمع ہے۔ اگر کلام میں اعداد کا ذکر آئے تو اسے صنعت سیاقۃ الاعداد کہتے ہیں۔"[۵۰]

مثلاً:

گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا[۵۱]

تو اس شعر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ "ایک" اور "لاکھوں" صنعت سیاقۃ الاعداد ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ کے مجموعہ کلام "تم شرطِ زندگی ہو" سے صنعت سیاقۃ الاعداد کی چند مثالیں ملاحظہ ہیں:

وہ تو اک خوب صورت اداکار تھے
سن مری التجا! بھول جا اب اس[۵۲]

اس شعر میں "اک" کے استعمال سے صنعت سیاقۃ الاعداد پیدا کی گئی ہے۔

سکون سات سمندر کے پار جب نہ ملا
ترے ہی کوچے میں سرکار لوٹ کر آئے[۵۳]

اس شعر میں شاعر نے ''سات'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس سے شعر میں صنعت سیاقۃ الاعداد کا حسن پیدا ہوتا ہے۔

تمہارے شہر میں اک اجنبی سا
میں ہو کر جب جیا تھا ، رو دیا تھا(۵۴)

اس شعر میں ''اک'' کا لفظ لا کر صنعت سیاقۃ الاعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

محاوروں کا استعمال

محاورہ کے لغوی معنی ہمکلامی، بات چیت اور بول چال کے ہیں۔ بطور اصطلاح وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کیلئے مخصوص کر لیا ہو۔ محاورہ کہلاتا ہے۔ منصف خان سحاب اپنی کتاب ''نگارستان'' میں لکھتے ہیں:

''محاورہ کے لفظی معنی بات چیت کے ہیں۔ اصطلاح میں محاورہ الفاظ کا مجموعہ ہے جو اہل زبان کی بول چال میں اپنے اصلی معنی کے بجائے مجازی معنوں میں بولا جاتا ہے، محاورہ کہلاتا ہے۔''(۵۵)

محاورہ کسی بھی زبان کا حُسن ہوتا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے اپنی غزل گوئی میں بامحاورہ زبان کا استعمال کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

وہی پنگھٹ، وہی سرسوں، وہی پھولوں کے گجرے ہیں
تمہارے نام کا صدقہ اتارا ، تم نہیں ہو جب (۵۶)

لہو کا چھینٹا اُڑا دیا ہے
کسی کو ہم نے گنوا دیا ہے(۵۷)

مندرجہ بالا اشعار میں محاورات کا خوبصورت استعمال ہوا ہے۔ شعر اولیٰ میں "صدقہ اتارا" ایک محاورہ ہے۔ اور شعر ثانی میں "چھینٹا اڑانا" بھی محاورہ ہے اور "گنوادیا" بھی محاورہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

سہلِ ممتنع

ایاز محمود ایازؔ نے اپنی غزل گوئی میں سادہ زبان کا استعمال کیا ہے۔ ان کی شاعری میں سہل ممتنع کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایازؔ کے اشعار پڑھ کر قاری کو ذہنی ریاضت کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایازؔ نے اُس کے دل کی بات کہہ ڈالی۔ عابد علی عابد سہلِ ممتنع کے متعلق اپنی کتاب "اصولِ انتقادِ ادبیات" میں لکھتے ہیں:

> "سہل ممتنع اس صنف کا نام ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص بظاہر یہ سمجھتا کہ یہ بات میرے دل میں بھی تھی اور ایسا کہنا ہر شاعر کیلئے آسان ہے مگر جب خود کوشش کرے، ویسا لکھنا چاہے تو لکھ نہ سکے۔"(۵۸)

پروفیسر انور جمال "سہلِ ممتنع" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ شعری اظہار کی اصطلاح ہے ایک ایسا شعر جو اس قدر آسان لفظوں میں ادا ہو جائے کہ اس کے آگے مزید سلاست کی گنجائش نہ ہو۔ "سہلِ ممتنع" کہلاتا ہے۔"(۵۹)

سہلِ ممتنع شعری اظہار کا سادہ ترین پیرایہ ہے۔ سہلِ ممتنع کی حیثیت رکھنے والی شاعری تاثیر کی قوت اور تادیر زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایاز محمود ایازؔ کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے، جو سہل ممتنع کا بہترین نمونہ ہیں۔

میری گالوں کو بوسہ دے رہے ہیں
تمھاری یاد کے آنسو نکل کر[۶۰]

تم گئے ہو تو ہم نے ساری عمر
کبھی پہنی نہیں ہے انگوٹھی [۶۱]

لوٹ کر چلے آؤ
ہم بہت اکیلے ہیں[۶۲]

زندگی کے میلے ہیں
آنسوؤں کے ریلے ہیں[۶۳]

وارفتگی کی شرطِ ہو
ہر اک خوشی کی شرطِ ہو [۶۴]

ہر سانس میں زندہ ہو تم
تم زندگی کی شرط ہو[۶۵]

اب بھلا کون ہم کو دھوکا دے
اپنے سب یار چھوڑ بیٹھے ہیں[۶۶]

تمھیں لکھوں تمھیں سوچوں

مجھے اتنا تو حق ہے نا[۶۷]

ان اشعار کا مفہوم بالکل واضح ہے اور ان میں سہلِ ممتنع کی کاریگری سے کام لیا گیا ہے۔ ایازؔ نے بڑی سادگی سے اپنے تخیل کی ترجمانی کی ہے۔ وہ بہت آسانی سے شعر کہنے کی قدرت رکھتے ہیں اور سہلِ ممتنع کی مرصع خوبیاں ایازؔ کی غزل کے اسلوب کو دلکشی عطا کرتی ہیں۔

بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو ایاز محمود ایازؔ غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" میں فنی خصائص ایک گلدستے کی طرح ہیں جس میں ہر فنی پہلو خوبصورت اور نمایاں ہے۔ ایازؔ کی شاعری ان کے دل کی آواز ہے انھوں نے اپنے احساسات کو پُر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ اُن کا ہر ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ انھوں نے غزل میں جو فنی محاسن پیش کیے ہیں ان میں کہیں بھی شعوری کاوش کارفرما نظر نہیں آتی۔ ایازؔ کا کلام تصنع سے پاک اور سادگی برجستگی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ انھوں نے روز مرہ کے الفاظ کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ باندھا ہے۔ ایازؔ کا یہ اندازِ بیان اور اسلوب انھیں جدید غزل گو شعراء میں منفرد بناتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۲۳

۲۔ ایضاً، ص ۵۰

۳۔ ایضاً، ص ۸۴

۴۔ ایضاً، ص ۱۱۱

۵۔ ایضاً، ص ۲۴

۶۔ ایضاً، ص ۳۶

۷۔ ایضاً، ص ۴۴

۸۔ ایضاً، ص ۳۳

۹۔ ایضاً، ص ۳۳

۱۰۔ ایضاً، ص ۵۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۸

۱۵۔ ایضاً، ص ۶۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۰

۱۷۔ ایضاً، ص ۸۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۱۹۔ثوبیہ جمال۔ سلیم احمد صدیقی۔حیات و ادبی خدمات۔لاہور: خزینہ علم و ادب،۲۰۰۹ء، ص۴۹

۲۰۔خدیجہ شجاعت۔ فن شاعری۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۵ء، ص۲۱۴

۲۱۔ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص۵۴

۲۲۔ ایضاً، ص۵۵

۲۳۔ ایضاً، ص۸۳

۲۴۔ ایضاً، ص۹۷

۲۵۔ ایضاً، ص۱۲۵

۲۶۔ ایضاً، ص۱۲۶

۲۷۔ منصف خان سحاب۔ نگارستان۔لاہور: مکتبہ جمال،۲۰۱۷ء، ص۱۲۵

۲۹۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص۲۴

۳۰۔ ایضاً، ص۲۶

۳۱۔ ایضاً، ص۴۱

۳۲۔ ایضاً، ص۵۷

۳۳۔ ایضاً، ص۲۸

۳۴۔ ایضاً، ص۱۲۱

۳۵۔انور جمال۔پروفیسر۔ادبی اصطلاحات۔اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۹ء، ص۴۱

۳۶۔ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص۲۵

۳۷۔عارف حسین خان۔ نصاب بلاغت۔دہلی: جے۔کے۔آرفیٹ پرنٹرز،۲۰۱۵ء، ص۱۲

۳۸۔ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص۱۹

۳۹۔ ایضاً، ص ۳۰

۴۰۔ ایضاً، ص ۳۰

۴۱۔ ایضاً، ص ٦٦

۴۲۔ ایضاً، ص ٦۸

۴۳۔ ایضاً، ص ۸۵

۴۴۔ ایضاً، ص ۹۰

۴۵۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۴٦۔ انور جمال۔ پروفیسر۔ ادبی اصطلاحات۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹ء، ص ۸۲

۴۷۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۳۳

۴۸۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۴۹۔ ایضاً، ص ۱۲٦

۵۰۔ ہارون الرشید تبسمؔ۔ ڈاکٹر۔ ادبی اصطلاحات۔ جہلم: بک کارنر، ۲۳ مارچ ۲۰۱۸ء، ص ۵۹

۵۱۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۱۴

۵۲۔ ایضاً، ص ۱۲۳

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۵۴۔ ایضاً، ص ۱۲۳

۵۵۔ منصف خان سحاب۔ نگارستان۔ لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۷

۵٦۔ ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو۔ لاہور: دھنک مطبوعات، ۲۰۱۹ء، ص ۱۰٦

۵۷۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۵۸۔ عابد علی عابد۔ سید۔ اصول انتقاد ادبیات۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۴۴ء، ص ۳۲۷

۵۹۔ انور جمال۔پروفیسر۔ادبی اصطلاحات۔اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۹ء، ص۱۲۰

۶۰۔ایاز محمود ایاز۔ تم شرطِ زندگی ہو۔لاہور: دھنک مطبوعات،۲۰۱۹ء، ص۲۹

۶۱۔ ایضاً، ص۶۱

۶۲۔ ایضاً، ص۸۰

۶۳۔ ایضاً، ص۸۰

۶۴۔ ایضاً، ص۱۲۲

۶۵۔ ایضاً، ص۱۲۲

۶۶۔ ایضاً، ص۳۷

۶۷۔ ایضاً، ص۴۹

باب چہارم

حاصلِ تحقیق

اُردو ادب میں صنفِ غزل ہمیشہ باقی اصاف ادب کی نسبت ایک وسیع دامن صنف رہی ہے۔ جدید دور میں اُردو غزل کو قبولِ وعام بنانے میں ملک کے بیشتر حصوں کی طرح پنجاب کے شعراء کا بھی اہم کردار ہے۔ جنھوں نے صنف غزل کو ترقی دینے میں بھرپور جدوجہد کی۔ اردو غزل گوئی کی روایت میں ہر عہد کے شعراء نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں پنجاب اور کراچی بڑے ادبی مراکز بن کر سامنے آئے۔ پنجاب کے جن شعراء نے اُردو غزل کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ان میں اک اہم نام ایاز محمود ایازؔ کا بھی ہے۔ ایاز محمود ایازؔ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۰ء کو بادشاہ پور (ضلع منڈی بہاؤالدین) پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ایازؔ کے آباؤ اجداد میں ان کے بڑے دادا (دادا کے بڑے بھائی) سراج الدین سراج پنجابی زبان کے بڑے شاعر تھے۔ جنھوں نے پنجابی زبان میں تیرہ شعری مجموعے لکھے۔ اس کے بعد اپنے خاندان میں ایاز محمود ایازؔ پہلے شخص ہیں جنھوں نے شاعری کی دنیا میں قدم رکھا۔ ایازؔ نے اپنی شاعری کا آغاز بچپن سے ہی کیا۔ ایاز محمود ایازؔ کو اگر پیدائشی شاعر کہا جائے مبالغہ نہ ہوگا کیوں کہ انھوں نے اپنی شاعری کا آغاز اس وقت کیا جب وہ لکھنا بھی نہیں جانتے تھے لیکن شعر روانی سے لکھتے تھے۔ اسکول کے زمانے میں ہی ایازؔ کا کلام مختلف مقامی اخبارات اور رسائل میں شائع ہونے لگا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ان کا کلام ملک کے بڑے بڑے اخبارات اور رسائل میں بھی شائع ہونے لگا۔ یہاں تک کہ محض ۱۶ سال کی عمر میں ایازؔ کا پہلا شعری مجموعہ "خزاں کی آخری شب" شائع ہو چکا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید اردو غزل میں ایک صحت مندانہ رجحان پیدا ہو رہا ہے جس میں انسان کی قدر و قیمت کا تعین دولت و اقتدار کی بجائے سچے اور کھرے انسان کے حوالے سے کیا جا رہا ہے۔ اور تصورِ محبوب میں حقیقت پر مجاز بتدریج غالب آرہا ہے۔ ایاز محمود ایازؔ نے غزل کے پرخار راستے پر چلتے ہوئے زندگی اور اس کے اتار چڑھاؤ کو اپنی نظر سے دیکھا اور محسوس بھی کیا۔ ایازؔ نے غزل میں ذاتی دکھ درد اور غم انگیزی کی کیفیت کو شعر کے قالب میں اس طرح ڈھالا ہے کہ ان کی غزلیات جمالیاتی اظہار کی تصاویر بن گئی ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ اکیسویں صدی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھ رہے ہیں۔ اب تک

ایازؔ کے سات شعری مجموعے "خزاں کی آخری شب"، "ترکِ مراسم "تنہائی سے ڈر لگتا ہے"، "سنو ایسا نہیں کرتے"، "آرزوئے جاں"، "تم شرطِ زندگی ہو"، "مجھے تم ہار بیٹھو گے "منظر عام پر آچکے ہیں۔ایازؔ اپنی شاعری کے ذریعے زندگی کی خوبصورتیوں کو یوں قارئین کے سامنے بکھیرتے ہیں جیسے تتلیاں پر کھولتی ہیں۔ان کے لہجے میں شگفتگی اور نرماہٹ ہے،ان کی شاعری محبت سے بھرپور شاعری ہے اور ان کے ہاں محبت اور زندگی ایک ساتھ سانس لیتے ہیں۔ایاز محمود ایازؔ کا شعری سفر اور اسلوب زندگی سے آشنا معلوم ہوتا ہے۔انہوں نے جس نظر سے ماحول کو دیکھا اسے اسی طرح اپنے شعری پیکر میں ڈھال دیا۔ان کی شاعری خوبصورت الفاظ اور دلکش جذبات کی ترجمان ہے۔

ایاز محمود ایازؔ رومانوی ترقی پسند شاعر ہیں ان کی غزل میں رومانوی فضا سے سرشار عشق وقت کی کیفیات دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کی یہ رومانویت انسانی سوچ کو پامال نہیں کرتی بلکہ جذباتی صداقت کے ساتھ نئے شعری رویوں اور لطیف احساس سے زندگی کے حسن کو بیان کرتی ہیں۔ایاز محمود ایازؔ کی غزلیں اداسیوں کی داستان نہیں سناتیں جو رومانوی فضا کی پراسراریت کو ختم کر دے۔بلکہ ان کی غزلیں رومانویت کی ایسی کڑیاں ہیں جو مقصدی سوچ کو دل ودماغ میں ابھارتی ہیں۔ان کی غزل میں جذبہ پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔

ایاز محمود ایازؔ کی شاعری جدید عصری تقاضوں کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ان کی شاعری میں عصرِ حاضر کی حساسیت بھی دھڑکتی ہے اور جدید عصری رجحانات پر ان کی گہری نظر بھی ہے ان کے متعدد اشعار عصری حقائق اور عصرِ حاضر کی حساسیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ایازؔ کی شاعری بنیادی طور پر محبت کی شاعری ہے۔ان کی غزلوں میں حسن و عشق اور محبوب سے متعلق تمام موضوعات بھی شامل ہیں۔دیار غیر میں رہنے کے باوجود ان کی شاعری میں مشرقی تہذیب اپنے تمام رنگوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔ایازؔ وطن سے دور رہ کر بھی وطن کی محبت کو دل میں لیے ہوئے ہیں۔پردیس میں رہتے ہوئے دیس کی بولی بولنا ان کی وطن پرستی کا ثبوت ہے۔اس کا اظہار ان کی شاعری میں جابجا ملتا ہے۔

ایاز محمود ایازؔ کی شاعری میں پرانے موضوعات کے ساتھ ساتھ نئے موضوعات بھی ملتے ہیں اور حسن و عشق کی باتیں بھی، لیکن ان باتوں میں نرمی، جذباتیت اور لذت پرستی نہیں بلکہ واقعیت اور حقیقت کی سطح پائی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنے تصورات کا اظہار کرتے وقت تہذیبی روایات اور اخلاقی قدروں کو ہر حالت میں ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

ایازؔ کی شاعری زندگی میں پیش آنے حالات و واقعات کی عکاس ہیں۔ جن میں دردمندی کی کیفیت واضح محسوس ہو سکتی ہے۔ وہ دکھی انسانیت کے شاعر ہیں ان کے اشعار درد و غم اور سوز و گداز سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ان میں مایوسی کی کرنیں نہیں بلکہ غموں میں بھی زندگی کی خوشیاں کشید کرنا مقصود ہے جس سے مشکل حالات میں بھی زندگی بسر کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

ایازؔ کی غزلیں اردو غزل کا نت نیا چہرہ ہے۔ ان کی سوچ اور انداز بیان شگفتہ ہے۔ جو مقبولیت انہیں اردو غزل میں ملی اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایازؔ متنوع موضوعات کے شاعر ہیں انھوں نے زندگی کے حسن کے سینکڑوں پہلوؤں کو اور رنگا رنگی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔

شاعری صرف حالات کو شاعری کے قالب میں ڈھالنے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا مشکل فن ہے جس کے اصولوں سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔ شاعری فکر و فن کے حسین امتزاج کا نام ہے۔ شاعر اپنی فکری بلندی کی بدولت اور وسعت کے ساتھ فنی چابکدستی اور زبان و بیان کی فنکاری کی مدد سے شاعری میں ایسی تصویریں بناتا ہے جو مصور اپنے برش سے بھی نہ بنا پائے۔ ماہرین ادب نے شاعری کے لیے جو فنی اصول و ضوابط مرتب کیے ہیں ایازؔ نے ان سب کو ملحوظ نظر رکھے ہوئے اپنی شاعری تخلیق کی ہے۔

فکری حوالے سے ایاز محمود ایازؔ کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" میں جذبہ حسن و عشق، سماجی اقدار کی عکاسی، زمانے کا غم، روایت سے پیار، جذبات نگاری، حقیقت نگاری، داخلیت و خارجیت، رومانویت، وطن سے محبت جیسے فکری موضوعات ملتے ہیں۔ ایاز محمود ایازؔ نے روایت کا دامن تھام کر معنویت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے اشعار میں جدید تصورات پیش کیے ہیں۔

فنی حوالے سے دیکھا جائے تو ایاز محمود ایاز ؔ کی غزل گوئی بحوالہ "تم شرطِ زندگی ہو" فنی محاسن سے مالا مال نظر آتی ہے۔ انھوں نے سادہ عام فہم زبان کا استعمال کیا ہے۔ اُن کی غزل گوئی میں علمِ بیان و بدیع کے تمام محاسن پائے جاتے ہیں جن میں سے اہم ترین محاسن کو مقالے کا حصہ بنایا گیا ہے۔ ایاز محمود ایاز ؔ نے تشبیہات و استعارات کا عمدہ استعمال کیا ہے۔ اور اشاروں اور کنایوں میں بھی بات کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ، صنعتِ تکرار، صنعتِ مراعات نظیر، صنعتِ تجنیس، صنعتِ تضاد، صنعتِ تلمیح، صنعتِ سیاقتہ الاعداد، محاوروں کا استعمال اور سہل ممتنع جیسی خصوصیات کو شعری مثالوں کے ساتھ اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔

کتابیات

بنیادی ماخذ

ایاز محمود ایازؔ۔ تم شرطِ زندگی ہو از ایاز محمود ایازؔ۔ لاہور: زرناب کمپوزنگ، ۲۰۱۹ء

ثانوی ماخذ

ابوالاعجاز صدیقی۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء

انور جمال۔ پروفیسر۔ ادبی اصطلاحات۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹ء

جلال الدین جعفری۔ سید۔ نسیم البلاغت۔ دکن: دکن پریس ۱۸۳۹ء

رفیع الدین ہاشمی۔ ڈاکٹر۔ اصناف ادب۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء

صابر کلوروی۔ ڈاکٹر۔ عروض و بدیع۔ لاہور: علمی کتب خانہ، اُردو بازار، ۲۰۰۱ء

عابد علی عابد۔ سید۔ البدیع۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

علی محمد خان۔ ڈاکٹر۔ اشفاق احمد ورک۔ ڈاکٹر۔ اصناف نظم و نثر۔ لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۲ء

عمر فاروق۔ ڈاکٹر۔ اصطلاحات نقد و ادب۔ دہلی: بھارت آفس، ۲۰۰۴ء

گوپی چند نارنگ۔ اُردو غزل اور ہندوستانی ذہن و تہذیب۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو، ۲۰۰۲ء

محمد حسن عسکری۔ آئینہ بلاغت۔ لکھنؤ: صدیق بک ڈپو، ۱۹۳۷ء

منصف خان سحاب۔ نگارستان۔ لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۷ء

ہارون الرشید تبسم۔ ڈاکٹر۔ ادبی اصطلاحات۔ جہلم: بک کارنر، ۲۳ مارچ ۲۰۱۸ء